کوئی بھی کام کوشش کے بغیر ممکن نہیں

جناب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مایکون عندي من خیر فلن أدخره عنکم، ومن یستعفف یعفه الله، ومن یستغن یغنه الله، ومن یتصبر یصبره الله.))(صحیح بخاري، رقم الحدیث:١٤٦٩)

’’(لوگو!) میرے پاس جو مال بھی ہوتا ہے میں وہ تم سے ہرگز بچا کر نہیں رکھتا۔ جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ اسے (سوال سے) بچا لیتا ہے۔ جو (لوگوں سے) بے نیازی اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ اسے بے نیاز کر دیتا ہے۔ جو صبر کا دامن پکڑنا چاہتا ہے، اللہ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے۔‘‘

پیغمبر مساکین ﷺ

قرآن حکیم میں بعض باتیں بصیغۂ امر ادا کی گئی ہیں مگر اس سے مراد خبر ہے اور ایک واقعہ کا اظہار ہے۔ اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ یہاں بھی بالکل یہی اندازِ بیان ہے۔ بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ شاید ان عام لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا پسند نہ فرماتے تھے جو غریب اور مفلس تھے۔ اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''آپ ان لوگوں کے ساتھ رہنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں۔'' حالانکہ واقعہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ بات یہ ہے کہ حضور ﷺ ہمیشہ ابوذر، سلمان فارسی اور اس قسم کے غریب اور مخلص عقیدت مندوں میں بے تکلفی سے بیٹھتے اور ان میں صبح و شام گزارتے۔ امراء کو ناگوار تھا کہ وہ اس حالت میں آپ سے ملیں، چنانچہ وہ کہتے کہ جناب! ہم اس حلقے میں بیٹھ کر آپ سے گفتگو نہیں کر سکتے، ان کے کپڑوں سے بُو آ رہی ہے اور ہماری طبیعت میں تکدر پیدا ہوتا ہے، آپ بھی ان سے الگ ہو جایئے۔ مگر وہ پیغمبر جو افلاس و فقر کو اعزاز بخشنے کے لیے آیا تھا، کیوں کر ان کی باتوں کو مان لیتا۔ قرآن کی زبان میں ان کو بتایا گیا کہ گو یہ مفلس ہیں مگر دولتِ ایمان سے ان کے دل مالا مال ہیں۔ ان کے کپڑوں سے گو تمھیں بُو آتی ہے مگر دل ذکرِ خدا سے مہک رہے ہیں۔ یہ مخلص ہیں، خدا پرست ہیں، تم انھیں حقیر سمجھو، تمھیں اختیار ہے۔ مگر قدرت کی جانب سے یہ طے شدہ امر ہے کہ یہی لوگ دنیا میں انقلاب پیدا کریں گے۔ تم حرص و ہویٰ کے بندے ہو، تمھارے دلوں پر غفلت کے حجاب پڑے ہوئے ہیں۔ تم اسلام کی برکات سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ تم جب تک دنیا کی ان کثافتوں میں پڑے ہوئے ہو، صحبتِ نبوی سے فیض یاب نہیں ہو سکتے۔ اور تم ہرگز اِس قابل نہیں ہو کہ پیغمبر، مخلص مساکین کو چھوڑ کر تم مغرور اور متکبر انسانوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے۔

(مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

26 جمادی الاولی 1435ھ جمعۃ المبارک 28 مارچ تا 03 اپریل 2014ء

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 13 جلد 66

جواہر پارے	کوئی بھی کام کوشش کے بغیر ممکن نہیں		
کلمہ طیبہ	پیغمبر مساکین ﷺ	(مولانا محمد حنیف ندوی)	
اداریہ	بادِ بہاری کی خواہش	(حافظ احمد شاکر)	3
درس قرآن	تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت ...... (۴۶)	(مولانا ارشاد الحق اثری)	5
درس حدیث	اربعین اعتقادی ......(۳۸)	(ریاض عاقب اثری)	7
افتاء	فتویٰ	(مفتی عبید اللہ خاں عفیف)	8
احکام و مسائل	حائضہ عورت کا قرآن کریم کی تلاوت کرنا......(۲)	(حافظ صلاح الدین یوسف)	11
یاد رفتگان	حافظ جاوید روپڑی اور خاندان	(مولانا محمد اسحاق بھٹی)	14
تعلیم و تربیت	شرارتی بچہ خانہ کعبہ کا مؤذن بن گیا	(نوید احمد ربانی)	19
نقطہ نظر	حقوق نسواں کا محافظ؛ دین اسلام	(عطاء محمد جنجوعہ)	21
تعارف کتب	ڈاکٹر محمد لقمان سلفی کی تفسیر......	(عبد الرشید عراقی)	23
تبصرۂ کتب	صنفی نسل طبقاتی امتیازات، آیت الکرسی کی فضیلت	(ام عبد منیب ۔ حماد الحق نعیم)	27
شعر و ادب	قادیاں کے زلہ خوار	(شورش کاشمیری)	34

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ : -/12 روپے

سالانہ : -/500 روپے

بیرونی ممالک سے : -/200 ریال، -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

بادِ بہاری کی خواہش

حافظ احمد شاکر

عالمی سطح پر بساطِ سیاست میں جن تغیرات اور تبدیلیوں کے امکانات نظر آنے لگے ہیں یہ اسلام یا مسلمان دشمن قوتوں کی برس ہا برس کی سوچ اور غور وخوض کا مظہر ہیں، جس کی بنیاد استبدادی قوتوں کا یہ اُصول ہے کہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' اس میں ان کا اصل ہدف تو مسلمانوں کو آپس میں لڑانا تھا اور لڑانا ہے۔ لیکن اُنھوں نے مسلمانوں کے مابین فساد کبھی زبان کے نام پر برپا کیا، کبھی نسلی تفوق کو اجاگر کر کے شر پھیلانے کی سازش کی، کبھی علاقائی تعصب کو ابھار کر انتشار پھیلانے کی کوشش کی اور کبھی صدیوں سے جاری فقہی ومسلکی اختلافات کو ہوا دے کر مسلمانوں میں سر پھٹول کرانے کی کوشش کر کے وہ نفرت جو کفر ونفاق کے لیے ہر مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے تھی، اس نفرت میں مسلمانوں کو باہمی الجھانا کفر کا ہدف رہا جس کی مسلمانوں میں بڑی منصوبہ بندی سے پرورش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ علماء اسلام کی باہمی برداشت اور حکومتوں کی بیدار مغزی سے فقہی اور مسلکی اختلاف ''طاغوت اپنی حسب خواہش'' پھیلانے یا اس کو...... باہمی ...... مخالفت بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ اب طاغوت مسلمانوں کی بجائے مسلم ممالک کی حکومتوں اور حکمرانوں کے مابین صدیوں کے مسلکی اختلافات کو نمایاں کرنے میں کوشاں ہے۔ جس کا مقصد مسلم اُمہ میں پھوٹ اور باہمی سر پھٹول کے علاوہ کچھ اور! ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ جو اس وقت مسلم ممالک کے حکمرانوں کی معاملہ فہمی اور بیدار مغزی کا نازک امتحان ہے، ہم مسلمان ممالک کے حکمرانوں سے جان اماں پا کر یہ عرض کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ وہ علماء وفقہائے اسلام کی خدمت میں نیازمندانہ عرض کریں کہ وہ اُمت کے نکتہ ہائے اتحاد واتفاق طے کر کے مسلم اُمہ کو یک جان کرنے کی کوششیں تیز کر دیں اور اُمت کو باہمی خون ریزی سے بچا کر طاغوت کی اس دیرینہ خواہش کو ناکام کر دیں۔

....

فروعی مسائل میں برداشت اور دخل اندازی نہ کرنے کا روح پرور نظارہ صرف حرم مکی یعنی کعبۃ اللہ کی زیارت کے دوران دیکھنے میں آتا ہے کہ حرم پاک میں ہر مسلمان اپنے فقہی مسلک کے مطابق نماز ادا کرتا ہے اور حکومت تو کیا کوئی دوسرا مسلمان بھی اس میں مداخلت نہیں کرتا یعنی اس کو روکتا ٹوکتا نہیں بلکہ ہمارے علم کے مطابق اس قسم کی حرکت پر حکومت سعودیہ فوراً حرکت میں آجاتی ہے۔ جب کہ آل سعود حفظہم اللہ کی حکومت سے پہلے اسی بیت اللہ شریف میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نام پر چار الگ الگ مصلے قائم کیے گئے تھے۔ لیکن اب سعودی حکومت نے حرم پاک میں آنے والے زائرین اور حجاج کرام کے لیے حرم میں ایک ہی مصلے پر ایک ہی امام کے پیچھے زائرین کی نماز ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ نیز علاوہ دیگر سہولتوں کے حکومت کے مقرر کردہ علمائے کرام سوالات کے جوابات دینے کے لیے (ہر زبان میں) ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں اس کے علاوہ عام مسلمانوں کی سہولت کے لیے حکومت سعودیہ نے حرم پاک میں ہنگامی سوال وجواب کے لیے مختلف مقامات پر کال فری ٹیلی فون بھی رکھے ہوئے ہیں۔ یہ خوش نما منظر دیکھ کر یہ خواہش انگڑائی لیتی ہے کہ کاش تمام مسالک ایسی ہی وسعت ظرفی کا مظاہرہ کریں تو دنیا اتفاق واتحاد کی بادِ بہاری سے گل وگلزار بن سکتی ہے۔ بلاشبہ آل سعود کا دورِ حکومت نے اسی اتحاد، اتفاق اور بین المسالک برداشت کا سنہری دور ہے، ایک عرصہ سے حکومت سعودیہ اخوت ومحبت کے اس ہالے کو اسلامی ممالک کے مابین وسیع کرنے پر دھیرے دھیرے سے مصروف عمل ہے، آج کل اسی سلسلے میں وزارتِ شؤون الاسلامیہ کے وکیل فضیلۃ الاستاذ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ العمار حفظہ اللہ اپنے رفقاء کے ساتھ پاکستان کے دورے پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔

....

مسلمان اُمت کو ویسے تو ہمیشہ، لیکن آج کل اتفاق واتحاد کی بہت ہی زیادہ ضرورت ہے، اور اتحاد واتفاق کا نسخہ کیمیا اللہ تعالیٰ نے سورہ آل

عمران کی آیت نمبر۶۴ میں بیان فرمادیا جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ:

''کہہ دے اے اہل کتاب ! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اوراس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اورہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوارب نہ بنائے گا۔''

بہ نظر انصاف واعتدال غور کیا جائے تو بحمد للہ اہل حدیث ہی ایک ایسا مسلک ہے جس پر اُمت کا متحد ہونا عین ممکن ہے اس لیے کہ مسلک اہل حدیث کی بنیاد ہی یہ ہے کہ جس مسئلہ میں قرآن وحدیث کی مضبوط دلیل مل جائے ،اس پر عمل کرنا ہی عین اسلام ہے جب کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی کتب میں ان کے بھی اقوال ایسے ہی پائے جاتے ہیں کہ مرفوع حدیث مل جانے پر حدیث رسول پر ہی عمل کرنا چاہیے لہٰذا یہ ایک کلمہ یا جملہ 'قرآن وحدیث کی ترجیح' ہی ایسا ہے کہ اس پر اُمت مسلمہ کا متفق ہو جانا ہی حقیقت کے قریب تر ہے۔

الحمد للہ مذکورہ بنیاد اور اُصول ہی کو محدثین کرام رحمہم اللہ اور اُن کے خدام اہل حدیث علماء و محققین نے ہمیشہ ملحوظ رکھا اوراسی جذبے کے تحت ان کے دل اور سینے ہر آنے والے کے لیے کھلے رہے جس پر ماضی کی تاریخ بھی شاہد ہے اور، ماضی قریب میں مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا وہ کردار جس کے تحت 'مرکزی جمعیت اہل حدیث' اپنی سالانہ کانفرنسوں میں دیگر مسالک کے اعیان کو مرکزی جمعیت کی کانفرنسوں میں دعوت شرکت کی دعوت دیتی رہی بلکہ ۶۲ء کی لاہور کانفرنس میں سید عنایت اللہ شاہ بخاری، آغا شورش کاشمیری، میاں محمود علی قصوری اور شیخ خورشید احمد نے خطاب بھی کیا بفضلہٖ تعالیٰ یہ فراخ دلی ،حوصلہ اور وسعت ظرفی کسی دوسرے مکتب فکر میں شاید ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے ، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے اکابر واعیان کی یہ پالیسی کوئی اچنبھی اور نئی نہیں تھی ، بلکہ یہ اہل حدیث فکر ہی کا پرتو تھا،صاحب درس وارشاد استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ کی اتحادِ اُمت کے لیے تڑپ کا تذکرہ اُن کے شاگرد رشید مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے یوں کیا جسے اصحاب الحدیث کی ترجمانی بھی کہا جا سکتا ہے۔

''حضرت الاستاذ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی(۱۸۹۷ء-۱۹۶۲ء) تغمدہ اللّٰہ بغفرانہ مسلمانوں کی آپس میں نا اتفاقی پر بہت کڑھتے تھے اور اُمت میں وحدت کے متمنی تھے،اوراس سلسلے میں یہ دردمندانہ رائے رکھتے تھے کہ کم ازکم برصغیر کے اہل تقلید اوراہل حدیث کے لیے تو یہ ضروری ہے کہ فقہی اختلافات میں انتہا پسندی سے احتراز کریں اور سلف صالحین میں مختلف فیہ مسائل پر عمل کرنے کو باہمی شقاق کا سبب نہیں بننے دینا چاہیے۔لہٰذا اگر کوئی شخص اپنا عقیدہ خواہ قرآن وحدیث پر رکھتا اور حدیث صحیح پر عمل کو اپنا شیوہ بنانا چاہتا ہے تو برادرانِ احناف کو چاہیے کہ وہ برداشت فرمائیں اور براہ راست عمل بالحدیث کرنے والوں سے کدر رکھیں اورنہ ان سے غیریت برتیں،جیسا کہ جماعت اہل حدیث کا عمومی طرزعمل احناف کے ساتھ ہے۔'' (تعارف خاتمہ اختلاف ۳-۴ طبع المکتبۃ السلفیۃ)

مرکزی جمعیت اہل حدیث نے اس قدیم روائت کو دہراتے بلکہ آگے بڑھاتے ہوئے فضیلۃ الاستاذ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ العمار حفظہ اللہ وکیل وزارۃ شئون الاسلامیہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ کی قیادت میں آنے والے وفد کے اعزاز میں اسلام آباد میں ایک پر تکلف استقبالیہ کا اہتمام کیا جس میں اعیان جماعت کے علاوہ دوسرے مسالک کے اعیان مثلاً جمعیۃ العلمائے پاکستان کے صدر پیر اعجاز ہاشمی ، جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل لیاقت بلوچ ، جمعیۃ العلمائے اسلام (س) کے جنرل سیکرٹری مولانا سمیع الحق ، جمعیۃ العلماء اسلام (ف) کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالغفور حیدری اپنے اپنے وفد کے ساتھ شریک محفل تھے۔

مرکزی جمعیت کے امیر محترم حفظہ اللہ اور دیگر اعیان کے بیرون ملک ہونے کے سبب اس استقبالیہ کا انتظام وانصرام مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ناظم اعلیٰ جناب حافظ عبدالکریم (M.N.A) نے ایسا باوقار کیا جو مہمانان گرامی شایانِ شان تھا استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے معزز مہمان گرامی نے مسلمانوں کو طاغوت سے مقابلہ کرنے اوراُس کی چالوں کو ناکام بنانے کے لیے باہمی برداشت اور اتفاق واتحاد کی تلقین کی ، جس پر شریک محفل تمام جماعتوں کے نمائندوں نے حکومت سعودیہ کی اتحاد بین المسلمین کی کاوشوں کو سراہا اوراس امر خیر میں معزز مہمانوں کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔

درس قرآن

قسط نمبر ۳۶

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿اَئِفْكًا آلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ﴾ ''افک'' دراصل ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی جائے اور ہٹا دی جائے۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رخ چھوڑ دیں ''مؤتَفِكَةٌ'' کہا جاتا ہے۔ یہودیوں کے ایک گروہ نے عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾[التوبة: ۳۰]

''اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں!''

یہ اعتقادِ حق سے باطل کی طرف اور سچائی سے جھوٹ کی طرف پھر رہے اور بہکائے جا رہے ہیں۔ قوم عاد نے کہا تھا:

﴿اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا﴾[الاحقاف: ۲۲]

''کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے۔''

یہاں ''افک'' کا استعمال ان کے اعتقاد کے مطابق ہوا ہے کیوں کہ وہ اپنے اعتقاد میں اپنے معبودوں کی عبادت ترک کرنے کو حق سے برگشتگی سمجھتے تھے۔ (مفردات)

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس پر بھی ''افک'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾[النور: ۱۱]

''بے شک وہ لوگ بہتان لے کر آئے ہیں۔''

یہاں بہتان کے لیے ''افک'' کا لفظ بولا گیا ہے۔ امام مبرد نے کہا ہے سب سے بُرا جھوٹ ''افک'' ہے جو مختلف پینترے بدلتا رہتا ہے۔ (قرطبی)

''أفّاك'' زبردست جھوٹے کو کہتے ہیں:

﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝﴾[الشعراء: ۲۲۱، ۲۲۲]

''کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر اُترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گناہ گار پر اُترتے ہیں۔''

سب سے بڑا جھوٹ اللہ کے سوا کسی اور کو معبود بنانا ہے۔ اس لیے شرک اور معبودانِ باطلہ کو ''افک'' اور ''افترا'' کہا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہی بات ایک اور مقام پر یوں بیان ہوئی ہے:

﴿اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا﴾[العنکبوت: ۱۷]

''تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔''

انھیں معبود کہنا تمھارا جھوٹ ہے۔ اسی حقیقت کا بیان ایک اور مقام پر یوں ہے:

﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ﴾[النجم: ۲۳]

''یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف گمان کے اور ان چیزوں کے پیچھے چل رہے ہیں جو ان کے دل چاہتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور یہی حکم سب انبیاء علیہم السلام نے دیا اور اللہ کی سب کتابوں میں بھی اسی کا حکم ہے۔ اس کے مقابلے میں جو معبود ہیں وہ سب باطل ہیں اور سراسر جھوٹ ہیں۔

علامہ زمخشری وغیرہ نے فرمایا ہے کہ "افکاً" یہاں مفعول لہ ہے۔ یعنی اصل عبارت یوں ہے:

"اتریدون اٰلھة دون اللّٰه افکًا ." یہاں مفعول لہ (افکاً) کو پہلے ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ تمام معبود اور ان کی پوجا پاٹ جھوٹ وفریب پر مبنی ہے۔

اس کی ایک ترکیب یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ "افکا" مفعول بہ ہے یعنی "أتريدون افكًا آلهة دون اللّٰه ."

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حال بھی ہوسکتا ہے، یعنی "أتـريدون آلهة من دون اللّٰه آفكين ."



درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد
حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: وجوب الإيمان باليوم الآخر لقول الله تعالى:

﴿وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا﴾[النساء:١٣٦]

٣٨: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم بارزًا للناس فأتاه رجل فقال: ما الإيمان؟ قال:((الإيمان أن تؤمن بالله و ملائكته وبلقائه ورسله، وتؤمن بالبعث......إلخ.))

(صحيح بخاری، رقم:٥٠ صحيح مسلم، رقم:٩)

یوم آخرت پر ایمان کے وجوب کا بیان:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ) کفر کرے تو یقیناً وہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا۔''

۳۸: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر لوگوں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''ایمان کیا ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر، دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔''

فوائد:

۱: یوم آخرت پر ایمان لانا واجب ہے۔ آخرت کا انکاری کافر و گمراہ ہے۔

۲: حدیث میں آدمی سے مراد سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام ہیں جو انسانی ہیئت میں سائل بن کر تشریف لائے تھے۔

۳: یہ حدیث ''حدیث جبریل'' کے نام سے مشہور ہے۔ جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

صحیح مسلم میں جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''والیوم الآخر'' (آخرت کے دن) کے الفاظ ہیں۔



افتاء

فتویٰ

مفتی عبیداللہ خاں عفیف

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین کہ ایک دکان دار گاہک سے کہتا ہے کہ آپ فلاں دکان سے ایک ہزار گز فلاں کپڑا خرید لیں۔ اور آپ کی طرف سے رقم میں نقد ادا کر دیتا ہوں اس شرط پر کہ اگر کپڑا فی گز رائج نرخ کے مطابق ۲۵ روپے گز خرید و گے تو چھ ماہ بعد میں تم سے اس کپڑے کی قیمت فی گز ۳۰ روپے کے حساب سے وصول کروں گا۔ کیا یہ بیع شرعا جائز ہے؟

(محمد صدیق، کڑیال کلاں، گوجرانوالہ)

جواب: یہ بیع دو وجہ سے ناجائز ہے:

ا۔ ’’لا تبع مالیس عندك . ‘‘ جو چیز تیرے پاس نہیں اس کو فروخت نہ کر۔

۲۔ یہ روپے کے بدلے روپے کی بیع ہے اس میں تفاضل ناجائز ہے اور بیع صرف کی حرام صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ روپے چاندی کا بدل ہیں اور چاندی کی چاندی کے ساتھ بیع میں تفاضل جائز نہیں، یعنی جنس واحد میں شرعاً تفاضل جائز نہیں حدیث میں ہے:

((الفضه بالفضة...... یدا بید .))

سوال: اکرم نے مجھے ۵۰ ہزار روپے دیے اور کہا کہ فلاں چیز کے ۱۰ بنڈل خرید لاؤ۔ میں نے آٹھ بنڈل خرید کیے اور باقی دو بنڈلوں کی رقم سے اس کے لیے دھاگہ بکرم اور کڑھائی کا سامان خرید کر لیا۔ کیا مالک کی اجازت کے بغیر میرا ایسا کرنا جائز ہے؟

(محمد صدیق، کڑیال کلاں، گوجرانوالہ)

جواب: آپ کا یہ سودا فضولی کی بیع کے حکم میں ہے جو مالک کی مرضی اور صواب دید پر موقوف ہے، یعنی اس کو اس سودے کے قبول و ردّ کا شرعاً مکمل اختیار ہے۔ ھذا ما عندی واللہ تعالی اعلم بالصواب.

سوال: ہمارے ہاں ایک کمیٹی چلتی ہے۔ کمیٹی کا ایک ممبر کہتا ہے اس مہینے کی کمیٹی یک صدکم میں مجھے دے دیں۔ یعنی ماہانہ کمیٹی اگر ایک ہزار کی ہے تو وہ نو سو روپے وصول کرے گا اور سو روپے کمیٹی کے دوسرے ارکان آپس میں تقسیم کر لیں گے، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ (محمد اسحاق، فیصل آباد)

جواب: یہ کمیٹی غیر شرعی اور اس کے ممبروں کا یہ طریقہ کار شرعاً جائز نہیں۔ اور ’’اکل بالباطل‘‘ (باطل طریق پر مال کھانے) کے حکم میں ہے۔

کیا غیر مسلم سے تعاون لینا جائز ہے؟

سوال: کیا رسول اکرم ﷺ نے کسی غیر مسلم سے اپنے دور نبوت میں کسی جنگ کے سلسلے میں مدد حاصل کی ہے؟ دلیل سے جواب دیں۔ (قاضی احسان الحق، جڑانوالا)

الجواب بعون الوهاب ومنه الصدق والصواب

اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں:

①.... ﴿ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ ﴾[الانفال: ٦٠]

’’اے مسلمانو! تم کافروں کے مقابلہ کے لیے اپنا زور پیدا کرو جہاں تک ہو سکے اور گھوڑے باندھے رکھو، اس سامان سے اللہ تعالیٰ کے دشمن اور تمھارے دشمن پر دھاک رہے گی۔‘‘

②.... ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ

رَابِطُوْا ﴾[آل عمران: ۲۰۰]

''اے ایمان والو (ان تکلیفوں کو جو راہ خدا میں تم کو پیش آئیں) برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دیتے رہو اور دشمن کے مقابلہ میں تیار رہو۔''

③....﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ ﴾[النساء: ۷۱]

''(اے ایمان والو!) اپنے بچاؤ کا سامان پکڑو۔''

اس ''حِذر'' سے مراد جنگی اسلحہ وغیرہ ہے جس کے ذریعے دشمن سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔

ان آیات مقدسہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر ازبس ضروری ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں غیروں سے بے نیاز رہیں اور کافروں کے مقابلے میں ہر قسم کے وقت کے تقاضوں کے مطابق اسلحۂ جنگ سے لیس ہو کر تیار رہیں۔

لیکن بایں ہمہ شریعت نے زندگی کے مختلف شعبوں میں غیروں سے مدد لینے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ حسب ذیل واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں:

①......رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ فرمایا تو ایک مشرک عبداللہ بن اریقط کا تعاون حاصل کیا۔ صحیح بخاری میں ہے:

"واستاجر رسول الله ﷺ و ابوبكر رجلا من بني الديل......ها ديا خريتا-الخريت:الماهر بالهداية -وهو على دين كفار قريش فامناه ورفعا اليه راحلتيهما."

(صحیح بخاری، رقم:۲۲۶۳)

②......رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک معاہدہ تحریر فرمایا جو یہود اور مسلمانوں کے درمیان تھا اس معاہدہ کی ایک دفعہ یہ تھی کہ جو یثرب پر حملہ کرے گا۔ اس میں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ میثاق مدینہ کے نام سے شہرہ آفاق ہے۔ اور سیرت اور اسلامی تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔

(سیرت ابن ہشام:۲/۱۲۹)

③......جنگ صفین میں رسول اللہ ﷺ نے صفوان بن اُمیہ سے مدد حاصل کی تھی جب کہ صفوان کافر تھے۔ (فتح الباری:۶/۱۷۹)

④......بدر کے قیدیوں میں جن قیدیوں کے پاس مال نہ تھا ان کا فدیہ یہ ٹھہرایا گیا کہ ایک قیدی دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

⑤......صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے قبیلہ خزاعہ کے ایک کافر اور مشرک آدمی کو قریش کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ تاکہ وہ قریش کے حالات معلوم کرکے آپ ﷺ کو بتائے۔ (جامع الاصول:۸/۲۹۷)

⑥......رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر میں بنوقینقاع کے یہودیوں سے مدد لی تھی اور ان کو مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا تھا۔

⑦......علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشرکین کے تیار کردہ ہتھیار اور کپڑے وغیرہ شام اور عراق وغیرہ سے منگواتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے:

"فانطلق رسول الله ﷺ حتى توارى عني فقضى حاجته وعليه جبة شامية......فتوضا وضوءه للصلاة ومسح على خفيه ثم صلى." (صحيح بخاري: ۱/ ۵۲)

اور اہل شام ان دنوں کافر تھے۔ جیسا کہ بخاری کے حاشیے سے واضح ہے۔

حضرات خلفاء راشدین:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی حفاظت فرات کے کنارے پر قبیلہ ربیعہ کے نصاریٰ سے فرمائے گا تو میں کسی اعرابی کو نہ چھوڑتا مگر یہ کہ اس کو قتل کر دیتا یا وہ مسلمان ہو جاتا۔

(مجمع الزوائد:۵/ ۳۰۲ ورجاله رجال الصحيح)

علاوہ ازیں حضرات صحابہ کرام اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے بہت سے محکموں میں غیر مسلم ملازم اور کاتب رکھے ہوئے تھے جیسا کہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا کاتب ایک نصرانی شخص تھا۔

الغرض! جمہور علماء اُمت، ائمہ اربعہ، نیز فرقہ ہادویہ، اباضیہ نے بھی جنگ میں کافروں سے مدد لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو شرح مسلم ازنووی،ص:۱۹۸، عمدۃ القاری از بدرالدین حنفی:۳۰۸/۲، نصب الرایۃ:۴۲۴/۲، کتاب الاعتبار للحازمی، نیل الاوطار:۴۴/۸، المغنی لابن قدامہ:۴۱۴/۸، اعلاء السنن:۱۸۶/۲ وغیرہ)

یہ اس صورت میں ہوگا جب مسلمانوں کی فوج کفار کے مقابلہ میں کم ہو اور دوسرا یہ کہ جس کافر سے مدد لی جا رہی ہو وہ قابل اعتماد ہو۔

هذا ما عندي والله تعالى اعلم بالصواب .



بقیہ : حائضہ عورت کا قرآن کریم کی تلاوت کرنا

کے لیے ضروری ہیں۔ ان کے اقوال غلو پر مبنی ہیں۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس وجہ سے وہ ہر پہلو سے لائق تکریم ہے لیکن وہ ہمارے لیے ہر قدم پر حق و باطل اور خیر و شر کے جاننے کا ذریعہ، اخذ واستنباط کا حوالہ اور استدلال کا مرکز بھی ہے۔ اگر اس کو ہاتھ لگانے یا اس کی کسی سورت یا آیت کی تلاوت کرنے یا حوالہ دینے کے لیے بھی آدمی کا طاہر و مطہر اور باوضو ہونا ضروری قرار پا جائے تو یہ ایک تکلیف مالا یطاق ہوگی جو دین فطرت کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس طرح کی غیر فطری پابندیاں عائد کرنے سے قرآن کی تعظیم کا وہی تصور پیدا ہوگا جس کی تعبیر سیدنا مسیح علیہ السلام نے یوں فرمائی ہے کہ ''تمھیں چراغ دیا گیا کہ اس کو گھر میں بلند جگہ رکھو کہ سارے گھر میں روشنی پھیلے لیکن تم نے اس کو پیمانے کے نیچے ڈھانپ کر رکھا ہے۔'' (تفسیر تدبر قرآن:۱۸۴/۸)

محدثِ عصر شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا موقف پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مُحْدِث (بے وضو) جُنبی اور حائضہ کے قرآن پڑھنے سے ممانعت کی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (حاشیہ ''ریاض الصالحین'' بہ تحقیق شیخ البانی، باب ۲۴۵،ص:۴۹۵، طبع بیروت)

تفسیر ثنائی: اس آیت کی بنا پر بعض اہل علم بغیر وضو کے قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں جانتے مگر اکثر محققین یہاں مراد لیتے ہیں کہ قرآن پاک سے وہی لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں جو پاک باطن ہیں۔

(قرآن مجید، ثنائی ترجمہ،ص:۶۴۳)

(باقی آئندہ)

بقیہ: حافظ محمد جاوید روپڑی اور اُن کا خاندان

دکھائی۔ اساتذہ نہایت احترام سے پیش آئے اور چائے پلائی۔ یہ بھی کہا کہ آپ کو کسی دن خاص طور پر یہاں بلائیں گے۔ وہ ''کسی دن'' آئے یا نہ آئے، لیکن وہ دارالعلوم دیکھ کر جی خوش ہوا۔ حافظ عبدالوہاب صاحب نے بھی بتایا اور وہاں کے اساتذہ سے بھی معلوم ہوا کہ طلباء کو ابتدائی تعلیم یہاں دی جاتی ہے اور انتہائی تعلیم جامعہ اسلامیہ لاہور میں!

الاعتصام کی آئندہ اشاعتوں میں ان شاء اللہ لکھوی خاندان اور پنجاب کے بعض دیگر خاندانوں کی تدریسی اور تصنیفی خدمات کے بارے میں گزارشات پیش کی جائیں گی۔

آخر میں جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے موجودہ دور کے اہل علم کی انفرادی مساعی کا بھی ذکر ہوگا، اگرچہ اپنی مختلف کتابوں میں تقریباً سب دوستوں پر لکھ چکا ہوں، لیکن اشاراتی زبان میں بارِ دگر چند باتیں ہو جائیں تو کیا مضائقہ ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے بیان واقعات میں اساتذہ کرام کی تربیت کی برکت سے اس خاک نشین کا مسلک تحریر ہمیشہ اعتدال کی راہ پر رہا اور ہر موقعے پر علمائے عظام کی بارگاہِ عالی میں پُرخلوص احترام کا ہدیۂ محقرہ پیش کرنا ضروری سمجھا، لہٰذا

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس
ماقصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم



تحقیق وتدقیق قسط نمبر ۲

حائضہ عورت کا قرآن کریم کی تلاوت کرنا

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف

⑤...... پانچویں دلیل، جس سے استدلال کیا جاتا ہے، نبی ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آپ نے حضرت عمرو بن حزم کے نام لکھا تھا، اس میں فرائض وسنن، دیات اور صدقات وغیرہ کی تفصیل تھی، اس میں ایک بات یہ بھی تھی:

((لا یمس القرآن الا طاھر .))

''قرآن کو وہی چھوئے جو پاک ہو۔''

اس روایت کی صحت میں بھی اگرچہ اختلاف ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''اسے دارقطنی نے عمرو بن حزم، عبداللہ بن عمر اور عثمان بن ابی العاص سے مسند طور پر بیان کیا ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کی سند محل نظر ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

تاہم محدثین کی اکثریت اس کی صحت کی قائل ہے۔ شیخ البانی نے بھی اسے مجموعی طرق کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے۔

(ارواء الغلیل، حدیث نمبر:۱۲۲)

لیکن یہ روایت، مسئلہ زیر بحث میں واضح نہیں ہے، اس لیے اسے بھی مدارِ استدلال نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ کیوں کہ اس میں طاہر (پاک شخص) کو قرآن مجید چھونے کی اجازت دی گئی ہے اور طاہر کا لفظ چار قسم کے افراد پر بولا جاتا ہے:

- جو ''حدث اکبر'' (جنابت، حیض ونفاس) سے پاک ہو۔
- جو ''حدث اصغر'' سے پاک ہو (یعنی بے وضو نہ ہو۔)
- جس کے بدن پر ظاہری نجاست نہ ہو۔
- جو مومن ہو (چاہے وہ جنبی ہو یا بے وضو۔)

اس آخری مفہوم کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ﴾[التوبة: ٢٨]

''مشرک ناپاک ہیں۔''

اس کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہوا کہ مومن پاک ہے، چاہے وہ کسی حالت میں بھی ہو۔ علاوہ ازیں حدیث سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

((ان المؤمن لاینجس .))

''مومن نجس (ناپاک) نہیں ہوتا (یعنی وہ پاک ہوتا ہے۔)''

اور نبی ﷺ نے یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمائی تھی، جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے۔ جس سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ مومن ہر حالت میں طاہر ہی ہوتا ہے، البتہ اس سے وہ صورتیں مستثنیٰ ہوں گی جن کی صراحت نص سے ثابت ہے، جیسے بے وضو یا جنبی آدمی کی بابت حکم ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتا، جب تک وہ وضو یا غسل نہ کر لے۔ لیکن اس کے علاوہ دیگر کاموں کے لیے وہ پاک ہی متصور ہوگا۔

اس کی مزید تائید ان احکام سے ہوتی ہے جو حائضہ عورتوں کی بابت دیے گئے ہیں، جیسے خاوند اس کے ساتھ لیٹ سکتا اور (شرم گاہ کے علاوہ) مباشرت کر سکتا ہے، اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے، اس کی گود میں لیٹے ہوئے قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کا یہ عمل بیان فرمایا ہے۔ بلکہ ایک موقع پر نبی ﷺ نے مسجد میں ہوتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، جب کہ

وہ ایام مخصوصہ میں تھیں:
''مجھے کپڑا (چادر) پکڑا دو'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''إِنّي حائض.'' ''میں تو مخصوص ایام (حیض کی حالت) میں ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:
((ان حيضتك ليست بيدك.))
(رواه الجماعة الاالبخاری)
''تیرا حیض تیرے ہاتھوں میں نہیں ہے۔''
(ارواء الغليل: ۱/ ۲۱۲، رقم الحديث: ۱۹۴)

اس تفصیل سے یہ واضح ہے کہ طاہر کے چاروں معنوں میں سے یہ آخری معنی دوسرے دلائل کی رُو سے زیادہ صحیح ہے، جب کہ دوسرے معانی اتنے قوی نہیں ہیں۔اور اس آخری معنی کی رو سے جنبی یا حائضہ کا قرآن پڑھنا یا اسے چھونا ممنوع ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ جنبی اور حائضہ بھی مومن ہونے کی وجہ سے پاک ہیں۔

عدم مس علیحدہ مسئلہ اور عدم قراءت علیحدہ مسئلہ ہے:

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ مُحدِثِ حَدَثِ اکبر (یعنی جنبی اور حائضہ) کے لیے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں ہے، اس لیے طاہر کے معنی، حدث اکبر سے پاک شخص، متعین ہیں اور یوں یہ حدیث اس مسئلے میں نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اجماع کا دعویٰ ہی صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ امام بخاری، امام ابن جریر طبری، امام داؤد ظاہری، امام ابن حزم، امام ابن المنذر، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن القیم رحمہم اللہ وغیرہم جنبی اور حائضہ کو قرآن کریم پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔(ان کے دلائل آگے بیان ہوں گے) جب یہ بات ہے تو پھر دعوائے اجماع کیوں کر صحیح ہے؟

⑥......چھٹی دلیل، جس سے استدلال کیا جاتا ہے، قرآن کریم کی آیت ﴿لا يمسه إلا المطهرون﴾ (الواقعة: ۷۹) ہے، جس کا ترجمہ ہے ''پاک لوگ ہی اسے چھوتے ہیں'' لیکن یہ خبر ہے حکم نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ نفی کا صیغہ ہے، نَهي کا نہیں ہے۔اگر یہ نَهي کا صیغہ ہوتا تو لاَ يَمَسَّـهُ (بفتح السین) ہوتا، پھر اس کا ترجمہ حکم کا ہوتا یعنی ''اسے پاک لوگ ہی چھوئیں'' اس صورت میں اس سے عدم قراءت اور عدم مس قرآن پر استدلال ہوسکتا تھا۔

لیکن جب ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں یہ خبر دے رہا ہے کہ لوح محفوظ کو یا قرآن کریم کو صرف فرشتے ہی چھوتے ہیں، یعنی آسمانوں پر فرشتوں کے علاوہ کسی کی بھی اس قرآن یا لوح محفوظ تک رسائی نہیں ہے۔ لاَ يَمَسُّهُ میں ضمیر کا مرجع بعض نے لوح محفوظ کو اور بعض نے قرآن کو بنایا ہے۔ مطلب دونوں صورتوں میں مشرکین کی تردید ہے جو کہتے تھے کہ قرآن، شیاطین لے کر اُترتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ کیوں کر ممکن ہے، یہ قرآن تو شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہے کیوں کہ ایک تو وہ لوح محفوظ میں ہے جس تک کسی کی رسائی نہیں ہے۔ ثانیاً: پاک فرشتے ہی اسے چھوتے ہیں، فرشتوں کے علاوہ کوئی اور وہاں پہنچ ہی نہیں سکتا۔ ثالثاً: فرشتے (روح الامین) ہی اسے لے کر زمین پر اترتے ہیں۔

اس اعتبار سے آیت کا تعلق مسئلہ زیر بحث سے، کہ طاہر شخص کے سوا اسے کوئی چھوسکتا ہے یا نہیں؟ ہے ہی نہیں۔ علاوہ ازیں یہ سورت مکی ہے اور مکی سورتوں میں احکام ومسائل کا زیادہ بیان نہیں ہے۔ بلکہ ان میں توحید ورسالت اور آخرت کے اثبات پر زیادہ زور دیا گیا ہے، البتہ فحوائے آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدثِ اصغر واکبر سے پاک ہوکر قرآن کی تلاوت کرنا افضل ہے تو اس کی افضلیت میں یقیناً کوئی کلام نہیں (جیسے کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی)

بعض اردو مفسرین کی آراء:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ زیر بحث اور آیت کے سلسلے میں عصر حاضر کے بعض اُردو مفسرین کی آراء بھی ذکر کردی جائیں۔

❁ مولانا مودودی صاحب آیتِ مذکور سے ممانعت کا مفہوم لینے والوں کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تفسیر آیت کے سیاق وسباق سے

مطابقت نہیں رکھتی ۔ سیاق وسباق سے الگ کر کے تو اس کے الفاظ سے یہ مطلب نکالا جا سکتا ہے، مگر جس سلسلہ کلام میں یہ وارد ہوئی ہے اس میں رکھ کر اسے دیکھا جائے تو یہ کہنے کا سرے سے کوئی موقع نظر نہیں آتا کہ ''اس کتاب کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہ چھوئے ۔'' کیوں کہ یہاں تو کفار مخاطب ہیں اور ان کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے، اس کے بارے میں تمھارا یہ گمان قطعی غلط ہے کہ اسے شیاطین نبی پر اِلقا کرتے ہیں۔ اس جگہ یہ شرعی حکم بیان کرنے کا آخر کیا موقع ہوسکتا تھا کہ کوئی شخص طہارت کے بغیر اس کو ہاتھ نہ لگائے؟ زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ آیت یہ حکم دینے کے لیے نازل نہیں ہوئی مگر فحوائے کلام اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کتاب کو صرف مطہرین ہی چھو سکتے ہیں، اُسی طرح دنیا میں بھی کم از کم وہ لوگ جو اس کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں ، اسے ناپاکی کی حالت میں چھونے سے اجتناب کریں۔''

مختلف مسالک کی آراء:

مولانا مودودی مرحوم اس بارے میں مختلف مسالک کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

❁ **مسلک حنفی:** رہا قرآن پڑھنا، تو وہ وضو کے بغیر جائز ہے۔ (بدائع الصنائع) بچے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ تعلیم کے لیے قرآن مجید بچوں کے ہاتھوں میں دیا جا سکتا ہے خواہ وہ وضو سے ہوں یا بے وضو۔ (فتاوی عالمگیری)

❁ **مذہب مالکی:** مصحف کو ہاتھ لگانے کے لیے وضو شرط ہے۔ لیکن قرآن کی تعلیم کے لیے وہ استاد اور شاگرد دونوں کو اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ بلکہ حائضہ عورت کے لیے بھی وہ بغرض تعلیم مصحف کو ہاتھ لگانا جائز قرار دیتے ہیں۔ ابن قدامہ نے المغنی میں امام مالک کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں تو قرآن پڑھنا ممنوع ہے مگر حیض کی حالت میں عورت کو قرآن پڑھنے کی اجازت ہے کیوں کہ ایک طویل مدت تک اگر ہم اسے قرآن پڑھنے سے روکیں گے تو وہ بھول جائے گی۔

ظاہریہ کا مسلک یہ ہے کہ قرآن پڑھنا اور اس کو ہاتھ لگانا ہر حال میں جائز ہے خواہ آدمی بے وضو ہو یا جنابت کی حالت میں ہو، یا عورت حیض کی حالت میں ہو۔ ابن حزم نے المحلّٰی (جلد اول، صفحہ: ۷۷ تا ۸۴) میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے جس میں اُنھوں نے اس مسلک کی صحت کے دلائل دیے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ فقہاء نے قرآن پڑھنے اور اس کو ہاتھ لگانے کے لیے جو شرائط بیان کی ہیں ان میں سے کوئی بھی قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

(تفہیم القرآن: ۵/ ۲۹۵)

❁ مفتی محمد شفیع صاحب طہارت کو ضروری قرار دینے کے باوجود لکھتے ہیں:

''مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جو بخاری ومسلم میں ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث جو مسند احمد میں ہے، اس سے بغیر وضو کے تلاوتِ قرآن فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لیے فقہاء نے بلا وضو تلاوت کی اجازت دی ہے۔ (تفسیر مظہری)''

(تفسیر معارف القرآن: ۸/ ۲۸۷، ۲۸۸)

❁ اسی آیت لَا یَمَسُّہٗ ...... سے فقہاء نے وجوب طہارت کا جو مسئلہ اخذ کیا ہے ، مولانا امین احسن اصلاحی فقہاء کے طرز استدلال پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جن فقہاء نے قرآن کی زبانی تلاوت یا اس کو ہاتھ لگانے تک کے لیے بھی طہارت کی وہ شرطیں عائد کی ہیں جو نماز

(باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

حافظ محمد جاوید روپڑی اوراس خاندان کے بارے میں چندگزارشات

محمد اسحاق بھٹی

بہت عرصہ پہلے لاہور میں روپڑی حضرات کے دو پرنٹنگ پریس تھے۔ایک مولوی محمد احمد خان کا ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس اردو بازار میں اور دوسرا حافظ محمد جاوید کا البلاغ پریس موچی دروازے کے باہر سرکلر روڈ پر۔

مولوی محمد احمد خاں، حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی کے بھتیجے اور حافظ محمد اسماعیل اور حافظ عبدالقادر روپڑی کے بڑے بھائی تھے۔ گورے رنگ کے طویل قامت خوش مزاج شخص۔لوگ انھیں ''مولوی صاحب'' کہا کرتے تھے۔وہ خود بھی کسی کو ٹیلی فون کرتے تو فرماتے: ''میں مولوی محمد احمد خاں بول رہا ہوں''۔مولانا ابوالکلام آزاد کے وہ انتہائی مداح تھے اور مولانا آزاد سے ان کی ملاقاتیں رہی تھیں۔مولانا نے اپنے بعض خطوط میں (جو انھوں نے مولانا غلام رسول مہر کے نام ارسال فرمائے) مولوی محمد احمد خاں کا ذکر کیا ہے۔خطوط کا یہ مجموعہ ''نقشِ آزاد'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔مولانا آزاد سے تعلق وعقیدت کی بنا پر مولوی محمد احمد خاں نے ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس کے ساتھ مولانا آزاد کے اخبار ''الہلال'' کی مناسبت سے ''الہلال پریس'' کے نام سے بھی پرنٹنگ کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ ہمارا اخبار ''الاعتصام'' جس کی ادارت اس وقت میرے سپرد تھی ،مولوی صاحب ممدوح کے پریس میں چھپتا تھا۔

مولوی محمد احمد خاں کے اعزہ واقارب (روپڑی حضرات) تو تقسیم ملک کے بعد پاکستان آئے لیکن خود مولوی صاحب تقسیم ملک سے پہلے لاہور کے علاقہ ماڈل ٹاؤن میں سکونت پذیر تھے، انہی کی کوشش سے ان کے اعزہ واقارب کو ماڈل ٹاؤن میں اقامت گزیں ہونے کی سہولت حاصل ہوئی۔

مولوی صاحب کا حلقہ تعارف وسیع تھا اور وہ تعلقات قائم کرنے اور قائم رکھنے کا فن خوب جانتے تھے۔ان کی صحت بہت اچھی تھی، لیکن ایک وقت آیا کہ انھیں شوگر کا مرض لاحق ہو گیا اور اسی مرض سے انھوں نے 24۔جنوری 1967ء کو وفات پائی اور گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

میں ان کے جن حالات سے آگاہ تھا، وہ اپنی کتاب ''روپڑی علمائے حدیث'' میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ کتاب محدث روپڑی اکیڈیمی، جامع مسجد قدس اہل حدیث، چوک دالگراں لاہور کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔صالحیت کے اعتبار سے اس خاندان کے بانی اوّل میاں روشن دین تھے جو علم وعمل کے ہمیشہ گرویدہ رہے۔ یہی گرویدگی انھیں عالم جوانی میں حضرت حافظ محمد لکھوی کی خدمت میں لکھو کے لے گئی۔ وہ خود تو عالم دین نہ بن سکے لیکن اپنے پیچھے اولاد واحفاد کی صورت میں محاسنِ علمیہ کی ایک زریں داستان چھوڑ گئے، جس سے لوگ استفادہ کر رہے ہیں۔ان کی ذاتِ گرامی سے لے کر موجودہ دور تک کے اکابر واصاغر اصحابِ علم کے دست یاب حالات کتاب (روپڑی علمائے حدیث) کے صفحات پر مرتسم ہو گئے ہیں۔ کتاب ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے اور یہ فقیر پہلا شخص ہے، جسے اس دودمانِ عالی قدر کی مساعئ علمیہ کو تحریری صورت میں تفصیل کے ساتھ اجاگر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔اس کے ساتھ ہی ان سے فیض حاصل کرنے والے ان حضرات کا تذکرہ بھی کر دیا گیا ہے، جن کا مجھے کچھ علم تھا۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس کتاب کے حافظ عبدالوہاب روپڑی نے مجھے پندرہ نسخے بھجوائے تھے اور کہا تھا کہ مزید نسخوں کی ضرورت ہو تو ٹیلی فون پر اطلاع کردیں۔ یہ نسخے میں نے بعض دوستوں کو بہ طور ہدیہ دے دیے۔ تقریباً تین مہینوں کے بعد مزید نسخوں کے لیے کہا تو حافظ عبدالوہاب صاحب نے فرمایا کتاب ختم ہوگئی ہے۔ ہمارے ریکارڈ میں پانچ نسخے پڑے ہیں۔ ایک نسخہ آپ کو بھجوا دیں گے۔ یہ میری پہلی کتاب ہے جو اتنی مختصر مدت میں فروخت ہوئی۔ اب یہ کتاب مزید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

یہ کتاب اتنی جلدی میری تصنیف ہونے کی وجہ سے فروخت نہیں ہوئی بلکہ روپڑی علمائے کرام کے حالات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے قارئینِ کرام نے اسے خریدا۔

جی چاہتا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر بھی عرض کردیا جائے۔ ایک دن مجھے جھنگ سے پروفیسر محمد سلطان صاحب کا ٹیلی فون آیا۔ انھوں نے گفتگو کا آغاز کیا تو اس میں روپڑ اور اس اطراف کی بولی کا لہجہ نمودار ہوا۔ بولے تم نے اپنی چند کتابوں میں روپڑی علماء کے متعلق مضامین لکھے ہیں، انھیں کتابی شکل دے دو۔ اس کے بعد اس سلسلے میں ان کے دو خط بھی آئے اور ٹیلی فون بھی۔ وہ روپڑی علمائے کرام کے عقیدت مند ہیں۔ ان کے کہنے سے میں نے ان مضامین کی فوٹو کاپی کرائی تو زیادہ سے زیادہ 80 صفحات بنتے تھے۔ یہ کتاب کا مواد نہ تھا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ بات میں نے حافظ عبدالوہاب روپڑی کو بتائی تو انھوں نے کہا اس موضوع پر کتاب لکھ دو۔ چنانچہ میں نے مواد جمع کیا اور حضرت حافظ محدث روپڑی کے فتاوے اور تصانیف دیکھیں تو ''روپڑی علمائے حدیث'' کتاب ضبط تحریر میں آگئی اور تھوڑے عرصے میں فروخت بھی ہوگئی۔ مجھے کتاب کے مقدمے میں پروفیسر محمد سلطان کا ذکر کرنا چاہیے تھا، لیکن افسوس ہے اس وقت یہ ضروری بات ذہن میں نہ آئی۔

اب آتے ہیں حافظ محمد جاوید روپڑی کی طرف۔!

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی غالباً پانچویں سالانہ کانفرنس منعقد ہورہی تھی۔ اس کے اشتہار کی طباعت کے لیے مجھے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے ارشاد فرمایا کہ اشتہار البلاغ پریس سے چھپوایا جائے۔ یہ حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حافظ محمد جاوید کا پریس ہے۔ فرمایا: جماعتی سلسلے کے اشتہار وغیرہ اس پریس سے چھپوائے جائیں یا مولوی محمد احمد خاں کے پریس سے۔! چنانچہ میں اشتہار کی طباعت کے لیے البلاغ پریس گیا، جن صاحب سے پریس میں ملاقات ہوئی، ان کا حلیہ اور لباس یہ تھا: نکلتا ہوا قد، جسم کی ساخت تناسب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی، نکھرے ہوئے گندمی رنگ میں سرخی کی جھلک۔ ناک نقشہ جاذبِ نظر۔ کشادہ پیشانی، شلوار قمیص میں ملبوس۔ شیریں گفتار اور سبک لہجہ، چھبیس ستائیس برس کے خوب رو جوان، نہایت تپاک سے ملے اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ یہ تھے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے فرزند دلبند اور البلاغ پریس کے مالک حافظ محمد جاوید روپڑی۔ ان سے میری یہ پہلی ملاقات تھی۔ چائے پلائی اور اشتہار کی طباعت کے لیے اپنے پریس آنے پر شکریہ ادا کیا۔ دوسرے روز اشتہار چھاپ کر مرکزی جمعیت اہل حدیث کے دفتر (شیش محل روڈ) پہنچا دیے گئے۔ مجھے یاد پڑتا ہے یہ 1956ء کی بات ہے اور اس پر اب 58 برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔

اس کے بعد ان سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہا اور کسی قسم کی طباعت کا معاملہ پیش آتا تو ان سے رجوع کیا جاتا، جب کہ اخبار ''الاعتصام'' مولوی محمد احمد خاں کے ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس میں چھپتا تھا۔

حافظ محمد جاوید روپڑی کی تاریخ ولادت کا علم تو نہیں ہوسکا، البتہ ان کی وفات کے بعد پتا چلا کہ انھوں نے 80 سال سے کچھ زیادہ عرصہ عمر پائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا سالِ ولادت 1930ء کے آس پاس ہوگا۔ خاندان کے تمام افراد حفاظِ قرآن اور دینیات کے عالم تھے۔ محمد جاوید سنِ شعور کو پہنچے تو خاندان کی قابلِ رشک روایت

کے مطابق انھیں قرآن مجید حفظ کرایا گیا۔ یہ مرحلہ طے ہوا تو سرکاری سکول میں داخل کرادیے گئے اور ساتھ ساتھ دینیات کی کتابیں بھی پڑھائی جانے لگیں۔ والد مکرم بھی عالم اجل، اعمام عظام (حافظ محمد حسین روپڑی اور حافظ عبدالرحمٰن) بھی علم و فضل کی دولت سے مالا مال، چچازاد بھائی (حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر) بھی اسی جادۂ مستقیم کے خوش اطوار راہی۔ یہ تمام قرائن بتاتے ہیں کہ محمد جاوید نے بھی اپنے بزرگان عالی قدر سے استفادہ کیا۔

کتاب (روپڑی علمائے حدیث) چھپنے کے بعد ایک دن رات نو بجے کے قریب حافظ محمد جاوید صاحب نے مجھے ٹیلی فون کیا اور تقریباً پون گھنٹا گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ انھوں نے اپنی دینی اور سکول و کالج کی تعلیم کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور جامعہ اہل حدیث قدس اور مسجد قدس کے متعلق اپنی خدمات کا تذکرہ فرمایا۔

ان کی وفات کے بعد ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' (مورخہ 3 تا 9 جنوری 2014ء، شمارہ نمبر 52) کے اداریے سے جو پروفیسر عبدالمجید نے لکھا، مرحوم کے متعلق بہت سی باتوں کا علم ہوا۔ دینی تعلیم کے علاوہ حافظ محمد جاوید روپڑی مرحوم نے کالج سے بی ایس سی کیا۔ ایل ایل بی کا امتحان بھی دیا اور ڈگری لی، لیکن نہ انھوں نے سرکاری ملازمت کی اور نہ وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ وہ پریس کا کام اور بعض دیگر کاروبار کرتے رہے۔ اسی کو انھوں نے اپنا ذریعۂ معاش قرار دیے رکھا، یہ خالص شرعی راہ تھی جو انھوں نے اختیار کی۔

اندازہ فرمایے والدِ محترم طلباء کو تفسیر و حدیث کا درس دیتے ہیں، تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی کی مسند عالی پر متمکن ہیں۔ بے شمار لوگ ان سے علمی اور روحانی فیض حاصل کر رہے ہیں، اور قدیم وجدید علوم کا شناور بیٹا تجارت کے ذریعے گھر کی معاشی گاڑی چلانے کا فریضہ ادا کر رہا ہے۔ اس طرح لائق بیٹے کے عظیم المرتبت باپ گھر کے روزمرہ کے معاشی معاملات کے متعلق سوچنے سے بے نیاز ہو گئے اور انھوں نے خدمت قرآن و حدیث کو مرکزِ توجہ ٹھہرائے رکھا۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہے جو اس گھرانے کو نصیب ہوا۔ خدمت قرآن و حدیث بھی باقاعدگی سے ہو رہی ہے اور سلسلۂ تجارت بھی جاری ہے۔ باپ بھی عالی نصیب جسے اس کردار کی اولاد اللہ نے عطا فرمائی۔ بیٹا بھی بلند بخت جس نے عالم و فاضل باپ کی خدمت کو اپنا مطمح نظر ٹھہرایا۔

پھر ایک وقت آیا کہ جامعہ اہل حدیث کی تدریسی خدمات کا سلسلہ حافظ عبدالغفار روپڑی اور حافظ عبدالوہاب روپڑی کے سپرد ہوا اور اس کی نگرانی و سرپرستی کی باگ ڈور حافظ محمد جاوید روپڑی کے ہاتھ میں آئی۔ اس میں درس نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظِ قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے اور اللہ کی مہربانی سے سب کام حسن و خوبی سے انجام پا رہے ہیں۔

حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے 63۔64 سال قبل توحید سے محروم اور کتاب و سنت کے احکام سے ناآشنا زمین میں درس وتدریس اور وعظ و خطابت کی جو فصل بوئی تھی، وہ پھلی پھولی اور ثمر آور ہوئی۔ بے شمار لوگ اس سے استفادہ کر چکے ہیں اور اللہ کے فضل سے کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کریں گے۔ روپڑی خاندان کے علمائے کرام کو اللہ نے توفیق بخشی کہ ان کے مباحث و مناظرات کا دائرہ بھی دور تک پھیلا، ان کے مواعظِ حسنہ سے بھی لوگوں نے فیض پایا اور ان کی خدماتِ تدریس نے بھی وسعت اختیار کی۔

حافظ عبدالغفار روپڑی، حافظ عبدالوہاب روپڑی اور حافظ عبدالرزاق تین بھائی ہیں۔ یہ تینوں عالم طفولیت میں تھے کہ ان کے والد مکرم (حافظ عبدالجبار روپڑی) کو کسی نے قتل کر دیا۔ اس وقت یہ خاندان ضلع قصور کے ایک گاؤں '' بھوئے آصل'' میں مقیم تھا۔ اب ان کے سرپرست بوڑھے دادا حافظ عبدالواحد تھے جو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے بھائی تھے اور ایک پردہ دار خاتون ان کی والدہ تھیں۔ یہ گھرانا اس وقت پریشان کن حالات سے دوچار تھا۔ اللہ نے کرم فرمایا کہ عبدالغفار اور عبدالوہاب نے تحصیل علم کی راہ اپنائی اور عبدالرزاق گاؤں میں کھیتی باڑی میں مشغول ہوئے۔ کچھ عرصے کے

بعد نیک بخت جدِ امجد بھی وفات پا گئے۔
حافظ عبدالغفار اور حافظ عبدالوہاب نے متعدد فاضل اساتذہ سے درسِ نظامی کے مروّجہ نصاب کی تکمیل کی۔ حافظ عبدالوہاب کو اللہ نے یہ سعادت بھی بخشی کہ حافظ عبدالقادر روپڑی مرحوم کی کوشش سے انھیں جامعہ ام القریٰ مکہ معظّمہ میں داخلے کا موقع ملا اور وہاں کا چار سالہ نصاب مکمل کیا۔ ان دونوں کو نہ حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی سے استفادے کا موقع ملا، نہ حافظ اسماعیل روپڑی سے۔ حافظ اسماعیل روپڑی نے آج سے 52 برس پیشتر 12۔جنوری 1962ء کو وفات پائی اور حضرت محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ ان سے دو سال سات مہینے آٹھ دن بعد 20۔اگست 1964ء کو سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔ البتہ حافظ عبدالقادر روپڑی سے علمی تربیت کا کچھ موقع ملا۔ اللہ نے ان دونوں بھائیوں کو یہ سعادت عطا مرحمت فرمائی کہ جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں لاہور میں بہ سلسلہ درس وتدریس اپنے دادا کے رفیع المرتبت بھائی حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے جانشین ہوئے اور مسجد کے منبر ومحراب میں اپنے لائق چچاؤں حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی کا منصب سنبھالا۔ اخبار ''تنظیم اہل حدیث'' کے ذریعے نشر واشاعتِ توحید وسنت کا اعزاز بھی ان کے حصے میں آیا۔ یہ اخبار فروری ۱۹۳۲ء میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے روپڑ سے جاری فرمایا تھا۔ مسجد، مدرسہ اور اخبار کی نگرانی وسرپرستی حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے فرزند حافظ محمد جاوید روپڑی مرحوم فرماتے رہے۔ ان تمام امور میں ان کے بہت بڑے معاون حضرت محدث روپڑی کے بھتیجے اور حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کے صاحب زادۂ گرامی حافظ عبدالوحید ہیں۔ خیر وصلاح کی یہ منزلیں خاموشی کے ساتھ طے ہو رہی ہیں۔ حافظ محمد جاوید روپڑی نے بڑے باپ کے بیٹے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود کبھی اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی۔ انکسار وتواضع کو اپنا شیوہ قرار دیے رکھا۔ تعلیمی سال کے اختتام پر تقسیم اسناد کا جلسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ جلسہ مسجد قدس میں مغرب کی نماز کے بعد شروع ہوتا اور تمام رات جاری رہتا ہے، جو ایک تبلیغی جلسے کی صورت اختیار کر لیتا ہے، اس میں لاہور اور بیرونِ لاہور کے علمائے کرام شرکت کرتے اور تقریریں فرماتے ہیں۔ مختلف مقامات کے سامعین کثیر تعداد میں علمائے کرام کے مواعظِ حسنہ سے مستفید ہوتے ہیں، جن کے قیام وطعام کا انتظام جامع قدس میں کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر فارغ التحصیل طلبا کو سندیں بھی دی جاتی ہیں اور ان کی دستار بندی بھی کی جاتی ہے۔ اس جلسے میں ان سطور کا راقم عاجز بھی حاضر ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

حافظ محمد جاوید روپڑی مرحوم عمر کی آخری منزل میں داخل ہو گئے تھے اور ان پر جسمانی کمزوری نے غلبہ پا لیا تھا، لیکن وہ باقاعدہ جامع قدس کے جلسوں میں تشریف لاتے اور جامعہ کے سلسلے کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ ان کو وہ مقام تو حاصل نہیں ہوا جو ان کے والد محترم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، اور وہ موجودہ دور کے کسی بھی عالم کو حاصل نہیں ہوا اور نہ حاصل ہونے کے آثار نظر آتے ہیں، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے گھرانے کی قابلِ قدر نشانی تھے اور انھیں دیکھ کر ان کے عالم اجل باپ کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ نام ونمود سے یہ بے نیاز شخص 23۔دسمبر 2013ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ ان کا جنازہ شیخ الحدیث حافظ مفتی ثناء اللہ مدنی نے پڑھایا جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

یہاں یہ عرض کردوں کہ طالب علمی کے ابتدائی دور ہی میں حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے دائرۂ شاگردی میں میری اس طرح تربیت ہوئی کہ جن علمائے کرام سے درس وتدریس یا تقریر وتحریر کی صورت میں استفادہ کیا ہو، ان کا احترام کرنا تو ضروری ہے ہی، ان کے علاوہ ان کی اولاد کی تکریم بھی لازماً کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ اب جب کہ کاروان عمر منزل ثمانین سے بھی پانچ چھ منزلیں آگے نکل گیا ہے، اس عمل پر اور مضبوط ہو گیا ہوں۔ روپڑی حضرات میں سے کسی بزرگ سے

مجھے کچھ پڑھنے کا شرف تو حاصل نہیں ہوا، لیکن ان کی تحریروں اور تقریروں سے مستفید ہوا ہوں، اس لیے میں اس خاندان کے چھوٹے بڑے ہر فرد کی دل کی گہرائیوں سے تکریم کرتا ہوں۔ کوئی ایسا لفظ جس میں ان میں سے کسی صاحب کے متعلق تنقید کا پہلو پایا جاتا ہو، نہ میں زبان پر لاتا ہوں، نہ قلم پر۔

افسوس ہے میں اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ''روپڑی علماے حدیث'' میں حافظ محمد جاوید روپڑی سے متعلق چند سطور سے زیادہ نہ لکھ سکا۔ 4۔جنوری 2014ء کو پروفیسر محمد اقبال کیلانی کے صاحب زادے کی دعوت ولیمہ کے موقعے پر محترم المقام حافظ عبدالرحمٰن مدنی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا تم نے ''جاوید کے بارے میں صرف دو تین سطریں لکھی ہیں''۔ ان کی یہ بات بالکل صحیح تھی۔ میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے اس کا احساس ہے، میں ان شاء اللہ ان کے متعلق ضرور لکھوں گا، چناں چہ ان سطور میں کسی حد تک یہ فرض ادا کر دیا گیا ہے۔ اس وقت عزیز القدر حافظ ڈاکٹر حسن مدنی بھی موجود تھے اور میں ان کا بھی احترام کرتا ہوں۔ ان کے جدِ امجد حضرت حافظ محمد حسین روپڑی مجھ پر شفقت فرماتے تھے، میرا فرض ہے کہ میں اپنے عالی مرتبت مشفق کے پوتوں کا احترام کروں۔

''روپڑی علماے حدیث'' کی تصنیف کے دنوں میں دو دفعہ میری ملاقات حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدنی کے برادرِ گرامی حافظ عبدالوحید صاحب روپڑی سے ہوئی۔ یہ دونوں ملاقاتیں اگرچہ بہت مختصر تھیں، لیکن انھوں نے اپنے بھائیوں کا بڑے احترام سے ذکر کیا۔

ہم گناہ گاروں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو خوش رکھے اور خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔ آمین۔ جو شخص اپنی استطاعت کے مطابق کسی نہ کسی انداز میں کتاب وسنت کی خدمت کر رہا ہے، وہ شخص بہرحال لائق تکریم ہے اور اس کی خدمت قابل تحسین ہے۔

اس وقت جامعہ اہل حدیث قدس میں چھوٹی بڑی جماعتوں کے کم وبیش تین سو طلبا تعلیم حاصل کرتے اور اٹھائیس اساتذہ فریضہ تدریس انجام دے رہے ہیں۔

اس جامعہ کا آج سے ٹھیک ایک صدی قبل ۱۹۱۴ء میں روپڑ میں حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں اجرا ہوا تھا جو تقسیم ملک کے بعد چوک دالگراں لاہور میں منتقل ہوئی، اور حضرت حافظ صاحب اس کی مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے۔ اب یہ فریضہ ان کے لائق پوتے حافظ عبدالغفار اور حافظ عبدالوہاب روپڑی ادا کر رہے ہیں اور انھیں اس باب میں بہت سے حضرات کے ساتھ ساتھ حافظ عبدالوحید روپڑی کا تعاون بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کا حامی وناصر ہو۔ آمین۔

یہ فقیر نہ ان کی جماعتی تنظیم سے وابستہ ہے اور نہ جامعہ اہل حدیث کی مجلس انتظامیہ سے کوئی تعلق رکھتا ہے، لیکن اس کے ارکانِ اہتمام سے یہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو تو اس کی ۱۰۰ سالہ تقریب کے انعقاد کا اہتمام کیا جائے، جس میں مختلف اہل علم سے اس کے دور گزشتہ کے اساتذہ کرام اور فارغ التحصیل حضرات سے متعلق مقالے لکھا کر پڑھے جائیں اور پھر ان مقالات کو شائع کرنے کی سعی کی جائے۔ مقالات کے علاوہ اس تقریب میں علماء سے تقریریں بھی کرائی جائیں۔

یہاں ایک بات اور سنیے! حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کا ایک دارالعلوم جوہر ٹاؤن کی طرف جاری ہے۔ ایک روز حافظ عبدالوہاب روپڑی صاحب کے ساتھ جوہر ٹاؤن ایک صحافی دوست کی اہلیہ کی تعزیت کے لیے گیا تو میں نے ان سے مدنی صاحب کے دارالعلوم میں جانے کے لیے کہا۔ انھوں نے فرمایا تم نہ کہتے تب بھی میں نے تمھیں وہاں لے جانا تھا۔ چناں چہ ہم نے وہاں عصر کی نماز پڑھی اور اساتذہ وطلباء سے ملاقات کی۔ انھوں نے مدرسے کی پوری عمارت

(باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

تعلیم وتربیت

شرارتی بچہ خانہ کعبہ کا مؤذن بن گیا

نوید احمد ربانی، مدرس: جامعہ علوم اثریہ، جہلم

مسلمانوں کا قافلہ جنگِ حنین سے واپس مدینہ منورہ آرہا تھا۔راستے میں ایک جگہ پڑاوَڈالا، نماز کا وقت ہوچکا تھا۔نبی کریم ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا کہ وہ اذان کہے،مؤذن نے اذان شروع کی،قریب ہی اہل یہود کے بچے کھیل کود میں مصروف تھے، جب انھوں نے مسلمانوں کے مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنا،انھیں ایک شرارت سوجھ گئی،وہ شرارت بھی کیا ہی عجیب تھی کہ سب نے مل کر مؤذنِ اسلام کی نقل اتارنا شروع کردی اور اسے اپنا کھیل بنالیا جس سے ان کا مقصد مسلمانوں کے مؤذن کا مذاق اڑانا تھا،ان میں ایک بچہ بہت بلند آواز میں نقل اُتار رہا تھا۔یوں لگتا تھا کہ وہ ان سب سے زیادہ شرارتی ہے، دوسری طرف نبی کریم ﷺ بھی ان بچوں کی شرارت کا منظر دیکھ رہے تھے۔آپ ﷺ نے چند صحابہ کرام کو بھیجا کہ ان کو پکڑ لاؤ جب سب کو حاضر کیا گیا،آپ ﷺ نے پوچھا:تم میں جو سب سے اُونچی آواز میں اذان کی نقل اُتار رہا تھا،وہ کون ہے؟ سب نے جلدی سے اسی ایک بچے کی طرف اشارہ کردیا،جب اس کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:تم یہاں ٹھہر جاؤ اور باقی سب کو چلے جانے کا حکم دیا۔پھر فرمایا:اب ذرا دوبارہ نقل اُتارو جیسے پہلے اُونچی آواز سے اذان کی نقل اُتار رہے تھے۔بچے نے ڈرتے ہوئے بالکل اسی طرح بلند آواز سے اذان کہنا شروع کی۔نبی کریم ﷺ کو اس کی آواز بہت پسند آئی۔جہاں سے وہ بھول رہا تھا،اس کو یاد کروا رہے تھے جب اس نے اذان مکمل کی۔اسے اپنے قریب بلوایا،سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:اے بچے!اللہ تجھے برکت دے۔ساتھ ایک درہموں کی تھیلی انعام میں دی۔

اس بچے کی قسمت اب روشن ہوچکی تھی۔نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے دعائیہ کلمات نکلنے کی دیر تھی،فوراً اس نے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے آپ ﷺ دعوت کو قبول کرلیا۔

ساتھ ہی عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے کعبۃ اللہ کا مؤذن بنادیں!امام الانبیاء ﷺ نے اسے کعبۃ اللہ کا مؤذن مقرر فرمادیا۔(سنن ابن ماجہ،حدیث نمبر:۷۰۸،مسند احمد:۴۰۹/۳)

قارئین کرام!یہ خوش نصیب بچہ وہی ہے جسے ہم جناب ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتے ہیں۔اس حدیث کی روشنی میں جو چند باتیں ہماری سمجھ میں آئیں،ملاحظہ ہوں:

۱: بچے کا شرارتی ہونا منفی نہیں بلکہ مثبت بات ہے۔شرارتی بچے کو نفرت کی نگاہ سے بھی نہیں دیکھنا چاہیے کیوں کہ کبھی کبھار شرارتوں سے بچے کی صلاحیت کا علم ہوجاتا ہے،جیسا کہ مندرجہ بالا واقعے سے ہم اندازہ کرسکتے ہیں۔

۲: بچے جو دیکھتے ہیں وہی کرتے ہیں،دوسرے لفظوں میں بڑوں کی نقل اُتارنا بچوں کی فطرت ہے،عقل مندی یہ ہے کہ ہم بچوں کی اس عادت کو ان کی تربیت کا ذریعہ بنادیں۔اگر گھر میں بڑے

افراد چھوٹے بچوں کے سامنے گالم گلوچ ہوں گیا فحش گفتگو کریں گے تو بچے بھی وہی سیکھیں گے جو انھیں کرتا ہوا دیکھیں گے۔ یعنی بچے کو اچھے اور برے کام، گھر اور ماحول سکھاتا ہے۔

۳: اگر بچے کو کسی اچھے کام پر انعام دیا جائے تو اس کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ پھر وہ اس کام کو شوق، لگن اور جذبے کے ساتھ کرے گا۔ ضروری نہیں کہ نقدی یا کوئی قیمتی چیز ہی بہ طور انعام دی جائے بلکہ ہم صرف زبان سے بھی اسے خوشی دے سکتے ہیں، مثلاً: بچہ اگر اچھا سبق سنائے یا عمدہ انداز میں ہوم ورک مکمل کرے تو شابش دے دی جائے۔ اس سے بچے کی کس قدر حوصلہ افزائی ہوتی ہے، خوشی کی کیسی کیفیت اس پر طاری ہوجاتی ہے، ہمارے الفاظ اسے احاطہ تحریر میں نہیں لا سکتے۔ اور وہ گھر پہنچتے ہی اپنی ماں کو اس بارے میں سب سے پہلے بتاتا ہے، بھائی بہنوں کو اپنی خوشی کا ثبوت کاپی کھول کر دکھاتا ہے کہ آج مجھے شاباش ملی ہے۔

ہماری رائے کے مطابق جب شام کو بچے کا والد گھر آئے اور ماں سب کے سامنے اپنے جگر گوشے کی تعلیمی کارکردگی پر چند تعریفی کلمات بول دے تو یہ سونے پر سہاگے کا کام کریں گے۔ ہاں، اس بات کا خصوصی خیال رکھا جائے کہ ہماری مبالغہ آمیز تعریف اسے خود پسند بھی بنا سکتی ہے، اس لیے بچے کی تعریف کرتے ہوئے محتاط انداز ہی اختیار کرنا چاہیے۔

۴: ''مار نہیں، پیار'' کا اصول بچوں کی کامیاب اور اچھی تربیت کے لیے از حد ضروری ہے۔

۵: ہر بچے کو اللہ رب العزت نے ایک خاص ذہانت اور صلاحیت سے نوازا ہوتا ہے، لہٰذا جس میدان میں اس کی ذہانت زیادہ ہو اور جس کام کو وہ شوق سے کرتا ہو تو اسے اسی راستے پر ہی چلانا چاہیے کہ یہی وہ راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے وہ آئندہ کچھ بن کر دکھا سکتا ہے۔ اور اس کے طبعی میلان کے خلاف کسی بھی نوعیت کی سختی اسے باغیانہ طرزِ عمل کا شکار بنا سکتی ہے۔ بالفرض، اگر وہ آپ کی سختی کو برداشت بھی کر گیا تو آئندہ وہ کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔



بقیه: تیسیر الرحمان لبیان القرآن

''اور اے میرے نبی آپ کو یہ بشارت دی جاتی ہے کہ جو شریعت اسلامیہ آپ کو دی گئی ہے۔ اس کی بنیاد سہولت و آسانی پر ہے۔ اس میں تکلیف مالا یطاق والی کوئی بات نہیں ہے۔ سورۃ الحج آیت (۷۸) میں آیا ہے ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ ''اور اللہ نے دین میں تمھارے لیے کوئی مشکل بات نہیں رکھی ہے۔''

حرفِ آخر:

یہ تفسیر ''دارالداعی'' پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز ریاض (سعودی عرب) نے ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء کو شائع کی۔ دوسری بار یہ تفسیر ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی۔ (صفحات ۱۸۳۸، ایک جلد)

پاکستان میں دارالکتاب والسنۃ پی او بکس نمبر ۱۴۵۲۔ لاہور نے شائع کی اور دارالکتب السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے دستیاب ہے۔ (مجموعہ صفحات: ۱۷۸۹۔ جلد۲)

مضمون میں تفسیر کے صفحات کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ سعودی نسخے کا ہے۔



نقطۂ نظر

حقوق نسواں کا محافظ؛ دین اسلام

عطاء محمد جنجوعہ

خالق کائنات نے مخلوق کی راہ نمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے جن کی دعوت کی اساس تو عقیدہ توحید رہی تاہم زمانہ کے اعتبار سے اُن پر نازل شدہ ضابطوں میں تغیر وتبدل رونما ہوتا رہا۔ خاتم النبیین محمد ﷺ پر قرآن حکیم نازل ہوا جس کی حفاظت کے بارے رب نے اعلان فرمادیا:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾[الحجر: ۹]

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

چونکہ پہلے دور کے ضابطے مخصوص دور کے لیے تھے ان پر نازل شدہ کتب وصحائف کی اصلی حالت برقرار نہ رہی یہ اعجاز قرآن حکیم کو حاصل ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس میں کسی قسم کی لفظی ومعنوی تحریف نہ ہوسکی۔

اسلام دین فطرت ہے جو اللہ کے قرآن اور نبی مکرم ﷺ کے فرمان کا نام ہے کتاب وسنت کے احکام قیامت کی صبح تک بنی نوع انسان کی راہ نمائی کا ذریعہ ہیں۔ یہ تو ممکن ہے کہ قرآن میں کسی آیت کی حکمت عام فہم انسان کی عقل سے بالاتر ہو لیکن کسی کا یہ کہنا کہ فلاں قرآنی ضابطہ فطرت کے خلاف ہے سراسر احمقانہ فعل ہے۔

اسلام سے قبل جاہلیت میں تعدد ازواج پر کوئی پابندی نہ تھی ایک مرد بیک وقت کئی عورتوں سے نکاح کرسکتا تھا اللہ تعالیٰ نے چار کی حد مقرر کردی:

﴿وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً﴾[النساء: ۳]

''اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں اُن میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ اُن کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ غیلان بن سلمہ ثقفی جب اسلام لائے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کوئی سی چار پسند کرلو (باقی چھوڑ دو)۔

(ابن ماجہ، کتاب النکاح)

آزادی نسواں کے علمبردار اہل مغرب اس قرآنی حکم پر واویلا مچاتے ہیں کہ اسلام عورتوں کی حق تلفی کرتا ہے۔ اُن کے باشعور طبقہ کو دعوت فکر ہے!

خالق کائنات نے مرد وعورت کو تخلیق کیا اللہ عالم الغیب نے اُن کی فطری کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر مشروط انداز میں اجازت دی تاکہ وہ حیوانوں کی طرح بھڑاس نکالنے کی بجائے رخصت سے فائدہ اٹھائے۔

افزائش نسل کے لیے انسان میں نفسانی خواہش موجود ہوتی ہے لیکن مرد اور عورت کی طبعی کیفیات مختلف ہیں خالق نے جن کی تکمیل کے لیے ضابطے مقرر کیے ہیں۔ اُن کی خلاف ورزی پر سزا متعین کی ہے۔ اللہ عادل ہے اُس نے انسان کی فطری کمزوری کے تدارک کے لیے اجازت دی ہے کہ ایک مرد چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کر سکتا ہے۔ مرد میں جنسی رغبت ہمہ وقت موجود رہتی ہے جبکہ عورت کو

جنسی عمل کے بعد استقرار حمل، وضع حمل، رضاعت اور ننھے منھے بچوں کی تربیت کے سارے مرحلے اُسے یوں مشغول رکھتے ہیں کہ اُس میں طلب کم ہی رونما ہوتی ہے۔لیکن مرد ان تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہوتا ہے۔گرم مرطوب علاقہ کی وجہ سے مرد اگر صبر نہ کر سکے تو کیا وہ بدکاری کا مرتکب ہو کر سزا کا مستحق بن جائے یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی دی ہوئی رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نکاح کر لے!

قرآنی احکامات فطرت کے عین مطابق ہیں مردم شماری کے عالمی اعداد وشمار کے مطابق دنیا میں بعض علاقے ایسے ہیں جن میں عورتوں کی شرح پیدائش مردوں سے زیادہ ہے۔

مزید برآں تاریخ کا مطالعہ کریں جنگوں کا سلسلہ روز اول سے جاری ہے۔جن میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مرد ہلاک ہوئے اُن کی عورتیں بیوہ ہوگئیں۔مثلاً دوسری عالمی جنگ کے دوران روس میں نوے لاکھ مرد ہلاک ہوئے اور جرمنی میں پچاس لاکھ افراد موت کا شکار ہوئے۔حکومت نے اُن کی بیوگان کے لیے ماہوار وظیفہ مقرر کیا اور رہائشی سہولتیں میسر کیں۔سب کچھ بجا لیکن نسوانی جذبات کے سہارے سے وہ محروم رہیں۔کیوں کہ یورپ میں صلیبی قانون رائج ہے کہ مرد بیک وقت صرف ایک عورت سے شادی کرسکتا ہے۔اس لیے اُنھوں نے جذبات سے مغلوب ہو کر غیر فطری روش اختیار کر لی چنانچہ ان ادھیڑ عمر عورتوں نے پیسے دے کر نوجوان لڑکوں کو ورغلانا شروع کر دیا۔

مغربی معاشرہ، جہاں ایک مرد صرف ایک عورت کو نکاح میں رکھ سکتا ہے، اگر اُن کے ہاں عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے تو وہ اپنی مرضی سے جس سے چاہیں آزادانہ جنسی تعلقات قائم کریں۔حرامی بچوں کو جنم دیں۔کوئی اُن کی اولاد کا باپ بننا گوارہ نہ کرے۔اس کے بچے نان ونفقہ، صحت وتعلیم کی سہولتوں سے محروم ہو جائیں۔اس وقت یورپ اور امریکا میں ساٹھ فیصد سے زیادہ ناجائز اولاد جنم لے رہی ہے۔باعث حیرت ہے کہ اہل مغرب کو عورتوں کے فطری حیا وشرم کی پامالی قبول ہے۔لیکن بیوہ عورتوں کا قانونی سہارا بننے کے لیے مرد کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دینے پر رضامند نہیں۔

قرآن حکیم آفاقی اور عالمی دستور حیات ہے جس نے مرد کو اجازت دی ہے کہ وہ بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے۔قدرتی آب وہوا یا جنگی حالات میں رب کریم کی اجازت نعمت ثابت ہوتی ہے۔عورت جنسی آوارگی سے بچ کر گھر کی مالکہ کی حیثیت سے معاشرہ میں باوقار زندگی گزار سکتی ہے۔خاوند کی سرپرستی میں اس کی اولاد جائز تصور ہوگی وہ اُن کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔اسلام مرد کو بیویوں کے مابین عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔اس لیے بیوہ عورتوں کو معاشرہ میں پرسکون اور باوقار مقام حاصل ہوتا ہے۔

ارباب علم و دانش غور کریں کہ صلیبی معاشرہ عورتوں کے نسوانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے یا اسلام؟

الغرض، اسلام ہی وہ دین فطرت ہے کہ جس نے ایک مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی تاکہ قدرتی آب وہوا کی وجہ سے یا ہنگامی حالات میں عورت دربدر ٹھوکریں کھانے کی بجائے خاوند کی سرپرستی میں باعزت زندگی بسر کر سکے۔عورتوں کے حقوق کا حقیقی محافظ اسلام ہی ہے۔

تعارف کتب

ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی حفظہ اللہ کی تفسیر

تیسیر الرحمان لبیان القرآن

ایک نظر میں

عبدالرشید عراقی

ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی (ولادت: ۱۹۴۱ء) کا شمار برصغیر میں دور حاضر کے ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جنھوں نے قرآنِ مجید سے متعلق قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی ان خدمات پر روشنی ڈالنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے بارے میں مختصراً قارئین الاعتصام کے لیے کچھ معلومات فراہم کی جائیں۔

ڈاکٹر محمد لقمان ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا اسم گرامی بارک اللہ صدیقی تھا۔ سات سال کی عمر میں ان کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا۔ حفظ قرآن کے بعد انھیں ایک دینی مدرسہ میں داخل کروادیا گیا جہاں تجوید، فقہ، صرف، نحو اور ریاضی وغیرہ علوم پڑھے۔ اس کے بعد ان کے والد محترم نے انھیں ''دارالعلوم احمدیہ سلفیہ'' (دربھنگہ) بھیج دیا۔ یہ مدرسہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۲۶ھ) نے قائم کیا تھا جو برصغیر کے نام ور عالم دین اور واعظ و خطیب تھے۔ فن مناظرہ کے امام تھے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) سے مستفیض تھے۔

اس مدرسہ میں تین سال پڑھنے کے بعد بیس برس کی عمر میں جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) مزید تعلیم کے لیے تشریف لے گئے جہاں انھیں درج ذیل مشاہیر سے شرف تلمذ حاصل ہوا:

شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ ناصر الدین البانی، شیخ محمد امین شنقیطی، شیخ عبدالرزاق عفیفی، شیخ مناع القطان، شیخ عبدالقادر شیبہ الحمد، شیخ حافظ محمد محدث گوندلوی، شیخ عبدالمحسن عباد۔ وغیرہ۔

جامعہ اسلامیہ سے فراغت کے بعد مصروفیات:

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی ۱۹۶۷ء/ ۱۳۸۷ھ میں جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) سے فارغ ہوئے۔ اس وقت ان کی علمی شہرت، ہندوستان کے مختلف مقامات میں پہنچ چکی تھی۔ فراغت کے بعد ریاض تشریف لے گئے اور اسی سال ۱۹۶۷ء میں انھیں دارالافتاء میں مترجم کی پوسٹ پر ان کا تقرر ہوگیا۔ اور ساتھ ہی آپ نے معہد العالی للقضاء میں ایم اے کے لیے داخلہ لے لیا۔ اور تین سال میں ایم اے کی ڈگری حاصل کرلی۔ ایم اے میں ان کے مقالے کا عنوان تھا السنة حجيتها ومكانتها في الاسلام والرد على منكريها.

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی اپنے شیخ علامہ ابن باز سے بہت عقیدت رکھتے ہیں اور شیخ بھی ان کے علمی ذوق کے معترف تھے۔ ۱۹۷۵ء میں جب شیخ ابن باز ادارة البحوث العلمیہ والافتاء والدعوة والارشاد کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے تو اُنھوں نے ڈاکٹر صاحب کو اپنا سیکرٹری مقرر کرلیا۔

تصانیف:

ڈاکٹر صاحب تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے مختلف علمی، تاریخی، ادبی، تحقیقی اور دینی مقالات رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

تصانیف میں ان کی درج ذیل کتابیں معروف و مشہور ہیں:

۱: السنة حجيتها و مكانتها في الاسلام والرد على منكريها (ایم اے کا مقالہ) مطبوع ۱۴۰۹ھ۔

۲: اهتمام المحدثين بنقد الحديث سندًا ومتنًا

ورخص مزاعم المستشرقین (پی ایچ ڈی کا مقالہ) مطبوع ۱۴۰۸ھ۔

۳: اصول الجرح والتعدیل (غیر مطبوع)

۴: تیسیر الرحمان لبیان القرآن (یہی کتاب ہمارے پیش نظر ہے)

تفسیر ''تیسیر الرحمان لبیان القرآن'' کا تعارف:

تفسیر القرآن الکریم ڈاکٹر محمد لقمان سلفی ﷾ کی بڑی خدمتِ قرآن ہے۔ڈاکٹر صاحب تفسیر کے آغاز میں لکھتے ہیں:

''میں نے اس کام (تفسیر قرآن) میں وہی منہج اور طریقہ کار اختیار کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے کتبِ تفسیر کی تالیف کے لیے سلف صالحین کا رہا ہے۔یعنی قرآن کی تفسیر قرآن، صحیح احادیث، اقوال صحابہ اور ان سے مروی تفسیروں کے ذریعہ کروں۔ آیات کا شانِ نزول بیان کروں جو صحیح احادیث سے ثابت ہو۔آیتوں کے درمیان ربط تلاش کروں جس سے ماقبل اور مابعد کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔''

ترجمہ کے بارے میں ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں:

''میں نے ترجمہ کرتے وقت اس بات کا خصوصی لحاظ رکھا ہے کہ ہر آیت کا ترجمہ الگ ہو،لیکن ترجمہ بہر حال بامحاورہ اور تشریحی ہو۔اگر کوئی شخص صرف ترجمہ ہی پڑھنا چاہے تو وہ تسلسل کے ساتھ قرآن کریم کے بنیادی مقاصد ومضامین کو سمجھتا جائے۔''

ڈاکٹر صاحب نے اس تفسیر کی تکمیل میں پانچ سال صرف کیے ۔

حاصل عمر نثارے سر یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

''میں نے اپنی عمر کا حاصل اپنے یار کے سر نثار کر دیا ہے میں اپنی زندگی سے خوش ہوں کہ ایک مہتم بالشان کام انجام دیا ہے۔''

مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی ﷾ کی تفسیر القرآن الکریم درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے:

- ترجمے میں الفاظ قرآن کے معانی و مطالب کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔
- صرف ونحو کے قواعد کو پیش نگاہ رکھا گیا ہے۔
- ہر سورت کے آغاز میں اس کے شانِ نزول کی وضاحت کی گئی ہے۔
- سورتوں کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے۔
- احادیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں ہر سورت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔
- صفات الٰہی کے بیان میں مسلک سلف کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔
- استخراج مسائل کیا گیا ہے۔
- مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

(قافلہ حدیث،ص:۶۱۰)

برصغیر کے ممتاز علمائے حدیث نے اس تفسیر کو بنظر استحصال دیکھا ہے۔

مولانا مختار احمد ندوی سلفی (م ۲۰۰۷ء) فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی بنیادی تعلیم عقائد اور ایمان کو ایسے قطعی دلائل سے بیان کیا گیا ہے کہ آدمی شرک وبدعات سے پوری طرح آگاہ اور متنفر ہو جاتا ہے۔آباء پرستی، آئمہ پرستی، پیر پرستی،مشائخ کی پرستش کی تردید میں بڑی محنت کی ہے۔''

(تیسیر الرحمان لبیان القرآن)

عبادت واستعانت دونوں اللہ کے لیے خاص ہیں:

سورت فاتحہ کی آیت: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کی تفسیر میں ڈاکٹر صاحب نے عبادت واستعانت پر تفصیلی بحث کی ہے اور اسلام میں عبادت واستعانت کا جامع تصور واضح کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں عبادت و استعانت دونوں کو اللہ کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ اور اللہ کے علاوہ تمام مخلوقات سے اُن کی نفی کی گئی ہے۔ عربی زبان میں اگر مفعول کو فعل پر مقدم کر دیا جائے تو حصر کا معنی دیتا ہے یعنی اس فعل کو اسی مفعول کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور دوسروں سے اُس کی نفی ہو جاتی ہے تو گویا آیت کا معنی یہ ہوا کہ ''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور تیرے علاوہ کسی سے مدد نہیں مانگتے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر ایک کی غلامی سے آزاد کر کے ایک اللہ کا بندہ بنا دے۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو عبادت میں شریک نہ کرے۔ نہ اُس جیسی کسی سے محبت کرے اور نہ اُس جیسا کسی سے ڈرے، نہ اس جیسی کسی سے اُمید رکھے۔ صرف اُسی پر توکل کرے۔ نذر و نیاز، خشوع و خضوع، تذلل و تعظیم اور سجدہ و تقرب سب کا مستحق صرف وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو پھیلا رکھا ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بندے کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر نماز میں (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) کہے اس لیے کہ شیطان اُسے شرک کا حکم دیتا ہے اور نفس انسانی اس کی بات مان کر ہمیشہ غیر اللہ کی طرف ملتفت ہو جاتا ہے اس لیے بندہ ہر دم محتاج ہے کہ وہ اپنے عقیدہ توحید کو شرک کی آلائشوں سے پاک کرتا رہے۔''

عبادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُسی وقت قابل قبول ہوگی جب وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔ اور اس سے مقصود اللہ کی رضا ہو۔ (صفحہ: ۱۰، ۱۱)

حروف مقطعات کی تحقیق:

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''قرآن کریم کی (۱۹) سورتوں کی ابتداء حروف مقطعات سے ہوئی ہے۔ اس کے معنی و مفہوم کے بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ پہلا مشہور مذہب تو یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے۔ اس کا معنی کسی کو معلوم نہیں۔ اسی لیے ان حضرات نے اس کی تفسیر بیان نہیں کی ہے۔

دوسرا مذہب اُن لوگوں کا ہے جنھوں نے اس کی تفسیر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام ہیں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان حروف مقطعات کو اوائل سورت میں لانے کی یہ حکمت ہے کہ ان کا مقصد قرآن کریم کا اعجاز ثابت کرنا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جن سورتوں کی ابتداء ان حروف سے ہوئی ہے ان میں قرآن کی عظمت اور اس کے اعجازی کلام ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ (صفحہ: ۱۶)

نبی کریم ﷺ دعائے ابراہیم کا ثمرہ تھے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ [البقرة: ۱۲۹]

''اے ہمارے رب انھی میں سے ایک رسول ان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرما۔ جو تیری آیتیں انھیں پڑھ کر سنائے۔ اور انھیں قرآن و سنت کی تعلیم دے۔ اور انھیں پاک کرے بے شک تو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں نبی ﷺ کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم نافع اور عمل صالح کی توفیق اور اللہ تعالیٰ

کی رضا مانگی۔اور پھر یہ دعا کی کہ ''اے اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ایک نبی پیدا کر جو لوگوں کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انھیں قرآن وسنت کی تعلیم دے اور انھیں شرک اور تمام گندگیوں سے پاک کرے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی ۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا، عیسیٰ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔(مسند احمد)''

(صفحہ:۷۲،۷۳)

اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت معلوم نہیں:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾[الاعراف:٥٤]

''بے شک آپ کا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔''

استویٰ علی العرش'' کا معنی ومفہوم بیان کرنے میں علمائے اسلام کے مختلف اقوال ہیں۔ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''سلف صالحین کا ہر دور میں یہی مسلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کے مقام اعلیٰ اور عظمت جلال کے لائق ہے۔نہ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اسے تشبیہ دی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی کیفیت ہی بیان کی جاسکتی ہے۔صحیح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے عرش کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان اور اوپر کی ہر چیز کو محیط ہے۔امام بخاری کے اُستاد نعیم بن حماد کا یہ قول ہے کہ ''جس نے اللہ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی وہ کافر ہوگیا۔اور جس نے کسی ایسی صفت کا انکار کیا جو اللہ نے اپنے لیے بیان کی ہے وہ کافر ہوگیا۔'' اور اللہ نے اپنے لیے جو صفت بیان کی ہے یا اس کے رسول (ﷺ) نے بیان کیا ہے، اس میں مخلوق کے ساتھ مشابہت نہیں ہے۔اس لیے جس نے اللہ کے لیے ان صفات کو جن کا ذکر قرآنی آیات اور صحیح احادیث میں آیا ہے اسی طرح ثابت کیا جس طرح اس کی ذات کے لائق ہے اور اس کی ذات کو تمام نقائص وعیوب سے پاک سمجھا تو وہ راہِ راست پر باقی رہا۔''

(صفحہ:۴۷۰، ۴۷۱)

تقلید کی تردید میں ایک واضح دلیل:

﴿يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾

[الاحزاب:٦٦]

''تو وہ کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی بات مانی ہوتی۔''

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''نیز کہیں گے اے ہمارے رب، کفر وشرک میں جو ہمارے سردار تھے۔ہم نے ان کی باتوں میں آکر ان کی تقلید اور پیروی کی تو اُنھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔اس لیے تو انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت بھیج دے۔اور شدید ترین اور رسوا کن عذاب میں مبتلا کر دے۔امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ردِ تقلید کی بہت بڑی دلیل ہے اور ان کے لیے تازیانہ عبرت ہے جو قرآن وسنت سے دور اور لوگوں کی تقلید کرتے ہیں اور گمراہی کو راہِ راست سمجھتے ہیں۔''(صفحہ:۱۲۰۱)

دین اسلام کی بنیاد سہولت وآسانی پر ہے:

﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰىo﴾[الاعلی:٨]

''اور ہم آپ کو آسان شریعت کی معرفت کی توفیق دیں گے۔''

ڈاکٹر صاحب اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(باقی صفحہ ۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

صنفی،نسل،طبقاتی اور مذہبی تضادات وامتیازات

ترتیب وتدوین: رضامحمدراٹھور

ناشر: پاک انسٹیٹیوٹ فارپیس سٹڈیز

تقسیم کار: نیریٹیوز(Narratives)

برائے رابطہ: پوسٹ بکس نمبر۲۱۱۰،اسلام آباد۔

فون:051-2291586

ضخامت: ۹۱صفحات

تبصرہ نگار: ام عبدمنیب

زیرنظر کتاب دراصل صنفی،نسلی،طبقاتی اور مذہبی تضادات و امتیازات کے عنوان پر ہونے والے ایک مذاکرے پر مشتمل ایک مجموعہ ہے۔جس کا اہتمام''پاک انسٹیٹیوٹ فارپیس سٹڈیز''نے کیا۔ مذاکرات کے عنوان درج ذیل تھے:

۱: ہمارے معاشرے کے سماجی،سیاسی ونظریاتی ابہامات ابلاغِ عامہ اور مغربی راہنماؤں کی نظر میں۔

۲: مذہبی،صنفی،نسلی اور طبقاتی امتیازات۔

۳: اقلیتوں کے حقوق اور علمائے کرام کا کردار۔

۴: لسانی،نسلی اور طبقاتی امتیازات،ریاست،معاشرے اور علماء کا کردار۔

۵: پاکستان میں صنفی امتیازات،مفروضات،حقائق اور علماء کا کردار۔

مذاکرات کے موضوعات بہت اہم ہیں۔پاکستان میں ان کے متعلق بہت سے ابہامات پائے جاتے ہیں،ان کے متعلق ہر انسان کی سوچ الگ الگ ہے۔ہمارے ہاں سیاسی شخصیات ہوں یا ٹی وی اینکرز،صحافی ہوں یا شوبز سے متعلق لوگ،نفسیاتی وسماجی علوم کے ماہر ہوں یا مذہب پر بات کرنے والے افراد۔ہر شخص اپنی سوچ کو کامل، منفرد اور دانش مندانہ سمجھتا ہے۔خصوصاً ذرائع ابلاغ تو ہر بھکاری، موچی،مزدور،کام کرنے والی بڑھیا،میٹرک اور ایف اے،بی اے کی سطح کے طلبہ وطالبات سب سے رائے پوچھ کر اس طرح نشر کرتے ہیں جیسے تمام طبقوں کی نمائندگی کا حق انھی کے پاس ہے ۔بہر حال اس کتاب میں مذاکراتی صورت حال بھی کچھ ایسی ہی دی گئی ہے کہ ہر شخص کی رائے دوسرے سے مختلف ہے۔

ڈاکٹر حماد لکھوی صاحب نے بہت پتے کی بات کہی ہے:

''پالیسی ساز ادارے ابہامات پیدا کرتے ہیں اور ان کے لیے نام نہاد علماء کو کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

محدثین کرام نے ایک اُصول بنایا تھا کہ ساری زندگی میں کوئی ایک بار بھی جھوٹ بولتا ہے تو وہ کذاب ہوگا،اس سے کبھی حدیث نہیں لی جاتی،وہ عالم دین کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور اس کی روایت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا لیکن یہاں میڈیا پر مستند جھوٹ کے باوجود لوگ علماء کہلاتے ہیں،علماء کو ان کے علم،اخلاق اور عمل سے شناخت کیا جانا ہوگا۔آپ سے گزارش ہے کہ ابہامات کے لیے علماء کو موردِ الزام نہ ٹھہرائیں۔

پاکستان میں عالم بننے کے لیے علم کی ضرورت نہیں ۔ آپ داڑھی رکھ لیں،ٹوپی اور مخصوص لباس پہن کر مسجد میں بیٹھ جائیں آپ عالم ہیں جو فتویٰ صادر کریں گے لوگ مانیں گے ۔ ہر گلی محلے میں ایسے علماء ملتے ہیں ۔

دوسرے علماء وہ ہیں جنھیں میڈیا نے علماء بنایا جن کے لیے شباہت کی تبدیلی کی بھی ضرورت نہیں کیوں کہ انھیں میڈیا نے عالم قرار دیا ہے۔'' (ص:۱۷،۱۸)

امرناتھ رندھاوا اور رومانہ بشیر (کرسچن) نے اقلیتوں کے حقوق پامال ہونے کا رونا رویا ہے۔ اور اس کا الزام بھی علماء کے سر دیا ہے۔ جب کہ ماروی سرمد نامی خاتون نے ملاؤں پر عورتوں کے حقوق کے حوالے سے خاصا غصہ نکالا ہے، جس کا جواب محترمہ سمیحہ راحیل قاضی نے اچھے انداز میں دیا اور اپنی مثال دے کر بتایا ہے کہ میں جو بات دس منٹ میں سمجھا پاتی ہوں میرا بیٹا وہ بات دو لفظوں میں کر دیتا ہے۔ مختلف ذمہ داریوں کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بدتر ہے اور دوسرا اکم تر۔ (ص:۸۱)

ہمارے یہاں مذاکرات کرانے والے نامعلوم کس مقصد کے لیے پیسہ، وقت اور محنت صرف کرتے ہیں کیوں کہ مذاکرات ٹی وی پر ہوں یا کسی اخبار کے فورم میں یا کسی ادارے کے ہال میں، کبھی اُنھوں نے آخر میں خلاصہ دے کر یا اہم نکات پر متفق ہو کر یہ فیصلہ یا اعلامیہ نہیں سنایا کہ اصلاح کے لیے ان نکات پر اتفاق ہے اور فلاں مسئلے کا حل یہ ہے، عوام اس کے لیے ان اُمور کو پیش نظر رکھیں یا حکومت کو فلاں فلاں قانون بنانا چاہیے وغیرہ سوائے چند مستثنیات کے۔ البتہ اس قسم کے مذاکرات مزید صورت حال کو خراب کرنے کا باعث ضرور بنتے ہیں۔

''پاک انسٹیٹیوٹ فار پیس سٹڈیز'' کے کارپرداز صحافت، نفسیات، سماجی علوم وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ ان کی دیگر کتب سے پتا چلتا ہے۔ یہ ادارہ ایک ایسے پاکستانی معاشرے کا حامی اور اس کے لیے کوشاں ہے جس میں عوام کے درمیان نہ تو نسلی امتیاز ہو، نہ صنفی، نہ طبقاتی اور نہ مذہبی۔ یعنی سیکولر معاشرہ، جیسا کہ بظاہر یورپی ممالک اپنے معاشرے کو سیکولر (ملحد) معاشرہ کہتے ہیں۔

ادارے کے کارپردازان کسی ایسی اسلامی علامت کو استعمال کرنے کے حق میں نہیں ہیں جس سے کسی مرد یا عورت پر مسلمان ہونے کا گمان ہو، مثلاً داڑھی رکھنا، پردہ کرنا، عورت کے نکاح میں ولی کا استحقاق، مرد کی قوامیت، مرد کا کما کر خواتین کی ضروریات پورا کرنا، مساجد اور مدارس کے قیام میں شمولیت اختیار کرنا، کفار کو مسلمانوں کا دشمن یا ان کا مخالف گروہ قرار دینا، مرد کا حق طلاق استعمال کرنا، عورت کا گھریلو کام کاج کر کے یا شوہر اور خاندان کا ہاتھ بٹا کر کوئی اُجرت وصول نہ کرنا۔ غیر مسلموں کے لیے اقلیت کا لفظ استعمال کرنا، عورت کی گواہی کو آدھا کہنا (ویسے یہ ان لوگوں کی اپنی اصطلاح ہے اسلام نے عورت کی گواہی کو آدھی گواہی قرار نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر لین دین کے معاملات میں دو عادل مرد نہ مل سکیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہوگی)، اہل دین کا رفاہی یا دینی تنظیمیں بنا کر اصلاح معاشرہ، تبلیغ دین یا احیائے دین کے لیے کام کرنا وغیرہ۔ کھیلوں اور ثقافتی پروگراموں، نیز فلموں ڈراموں وغیرہ کی فحاشی کو یہ معاشرے کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں......!!!



آیت الکرسی کے فضائل وتفسیر

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ

ضخامت: ۲۶۷ صفحات

خصوصیات: عمدہ کاغذ، مضبوط جلد، مستند مواد

قیمت: ۲۵۰ روپے

ناشر: دارالنور، اسلام آباد

ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون نمبر: 042-37230585

تبصرہ نگار: حماد الحق نعیم

مولانا ڈاکٹر فضل الٰہی (برادر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ) اپنے مخصوص طرز تحریر و تقریر کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں۔ حشو و زوائد سے پاک طرز نگارش و گفتار آپ کی پہچان بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی ہر تصنیف کو عوام ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔

کیوں کہ دورِ حاضر میں لوگ صرف وہی کچھ پڑھتے ہیں جس کی انھیں ضرورت ہوتی ہے۔ اور انھیں اپنی ضرورت ڈاکٹر صاحب کی کتابوں میں پوری ہوتی نظر آتی ہے، اس لیے وہ بلا پس و پیش انھی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب بھی انھی صفات کی حامل ہے جن کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا ہے۔ عموماً اندازِ تصنیف ایسا ہے کہ قاری کو جس عنوان نے اپنی طرف کھینچا ہوتا ہے، وہ اپنے مضمون کو بہت جلد قاری کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس طرح پڑھنے والا کسی مشقت اور طویل انتظار کے بغیر سرعت کے ساتھ گوہرِ مقصود کو پالیتا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب، جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، آیت الکرسی کی فضیلت و تفسیر کا احاطہ کیے ہوئے۔ سورت بقرہ کی آیت نمبر (۲۵۵) کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے۔ آیت لکرسی قرآن مجید کی سب سے زیادہ فضیلت کی حامل آیت ہے۔ جب اس آیت کا مقام اتنا ارفع و اعلیٰ ہے تو لازمی تھا کہ کما حقہ اس کی تفسیر کی جاتی اور اس کے متعلقات کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا جاتا۔ چونکہ یہ معاملہ شریعت کا ہے، ذاتی رائے کو اس میں کچھ دخل نہیں، اس لیے یہ بھی نہایت ضروری تھا کہ جو کچھ مواد پیش کیا جائے وہ معتمد علیہ اور باوثوق ذرائع سے لایا جائے۔ چنانچہ لائق احترام مصنف نے جس عمدگی سے موضوع کے ساتھ اپنے اس تعلق کو نبھایا ہے، وہ قابلِ صد تحسین ہے۔

زیرِ نگاہ کتاب ''پیش لفظ''، ''مبحث اول و دوم'' اور ''حرفِ آخر'' پر مشتمل ہے۔ ''پیش لفظ'' میں مختصراً یہ بتایا گیا ہے کہ آج مسلمانوں کی خواری کا بنیادی سبب قرآن سے دوری ہے۔ اس کے بعد چند سطروں میں کتاب کی تیاری میں پیشِ نظر باتوں کو لکھا گیا ہے، پھر خاکۂ کتاب ہے اور آخر میں ان افراد سے اظہارِ تشکر کیا گیا ہے، جنھوں نے کتاب کی تیاری میں کسی بھی نوعیت کا تعاون کیا ہے۔

''مبحث اول'' کے تحت آیت الکرسی کے فضائل بیان کیے گئے ہیں جو پانچ عنوانوں میں منقسم ہیں:

۱: قرآن کریم کی عظیم ترین آیت۔
۲: آیت الکرسی میں اسمِ اعظم۔
۳: اسے پڑھنے سے شیطان کا دور ہونا۔
۴: بعد از نماز پڑھنے سے آئندہ نماز تک حفاظتِ الٰہی۔
۵: بعد از نماز پڑھنے والے اور جنت کے درمیان صرف موت کا حائل ہونا۔

فضائل کے سلسلے میں صرف صحیح اور ثابت شدہ احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے۔ یہ مبحث صفحہ (۲۵) سے صفحہ (۵۰) تک پھیلا ہوا ہے۔

''مبحث دوم'' صفحہ (۵۱) سے صفحہ (۲۴۹) تک محیط ہے۔ اس مبحث میں آیت الکرسی کی تفسیر ہے جو کتاب کی جان ہے۔ کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت الکرسی دس جملوں پر مشتمل ہے، چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بھی اس مبحث کو دس مرکزی سرخیوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہر عنوان کو متعدد ذیلی عناوین قائم کر کے رقم فرمایا ہے۔ تفسیر کے سلسلے میں ان کے پیشِ نظر اساسی ماخذ قرآن و سنت ہی رہا، البتہ پہلے اور بعد کے مفسرین و علماء سے بھی بہ قدرِ استطاعت وہ استفادہ فرماتے رہے۔ بلکہ مولانا ﷾ نے جس طرح متقدمین و متاخرین سے کتاب کی تیاری میں اخذ فیض کیا ہے، اسی طرح اُنھوں نے عصرِ حاضر کے بعض مفسرین کی تفاسیر کو بھی پیشِ نگاہ رکھا ہے جو ان کے عالی الظرف ہونے کی دلیل ہے۔

آیت الکرسی کی ابتدا توحید کے مضمون سے ہوتی ہے۔ اور عقیدہ توحید ہی اسلام کی پہچان ہے، اس لیے مصنف محترم ﷾ نے بھی خاصی تفصیل سے اس پر گفتگو فرمائی ہے، چنانچہ پہلے جملے ''اللہ لا الہ الا ہو'' کی تفسیر صفحہ (۵۴) سے صفحہ (۱۱۰) تک تقریباً (۵۷) صفحوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بعد کے جملوں کی تفسیر پہلے کی بہ نسبت مختصر اگرچہ ہے مگر جامع بھی۔ ہر جملے کی تفسیر سے پہلے اس جملے کا معنی سادے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اور آخر میں ماقبل جملے کے ساتھ اس کے تعلق و ربط کو دلائل کے ساتھ واضح فرمایا گیا ہے۔

''حرف آخر'' کے عنوان کے تحت تقریباً پانچ صفحوں میں مکمل کتاب کا خلاصہ درج کیا گیا ہے جو بہر حال لائق تحسین امر ہے۔اس کے بعد مصادر و مراجع کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ کتاب کی تیاری میں عربی کی نوے (۹۰) اور اردو کی (۶)، یعنی کل (۹۶) ضخیم کتب کو کھنگالا گیا ہے۔اردو کے مراجع ذکر کرتے ہوئے مولانا موصوف نے اپنی ہی ایک کتاب کو بھی بہ طور ماخذ ذکر فرمایا ہے جس کی وجہ نا قابل فہم ہے۔کیوں کہ مصادر کے تحت بالعموم دیگر علماء کی تحقیقات کی فہرست دی جاتی ہے جن سے بہ وقت تصنیف فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔

الغرض، زیر تبصرہ کتاب ظاہری و معنوی خوبیوں سے مزین ہے۔ البتہ آئندہ ایڈیشن میں اگر ہماری ناقص رائے کے مطابق درج ذیل چند گزارشات کو بھی مد نظر رکھ لیا جائے تو کتاب کی افادیت دو چند ہوسکتی ہے:

①......جگہ کے ضیاع سے بچا جائے۔معتد بہ مقامات پر ایک سطر دو لفظی جملوں پر مشتمل ہے اور باقی جگہ کو خالی چھوڑ دیا گیا ہے، بہ طور مثال صرف ایک مقام کو درج کیا جاتا ہے:

"أفضل الذكر لا اله الا الله ."

''سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لا الہ الا اللہ۔'' (ص:۶۳)

مذکورہ بالا اقتباس کتاب کی چار سطروں پر مشتمل ہے۔اس قسم کے سقم کو اگر دور کر دیا جائے تو کتاب کی ضخامت کم ہوسکتی ہے۔جس سے اس کی قیمت بھی کم ہو جائے گی۔

②......عربی عبارت میں موجود ''اسم ضمیر'' کا ترجمہ تقریباً ہر جگہ بریکٹ میں کیا گیا ہے، جو عبارت کے تسلسل کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔

③......اسی طرح بعض جگہوں پر عام سی بات کو بھی کسی متقدم عالم کے حوالے سے لکھا گیا ہے جو خواہ مخواہ الجھن سی پیدا کر دیتا ہے، مثلاً: فطرانے کے اناج پر متعین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور شیطان والا واقعہ لکھنے کے بعد صفحہ (۲۸) پر علامہ عینی کا قول بغلی سرخی قائم کر کے یوں درج کیا گیا ہے: ''وفيه فضل آية الكرسي'' (یعنی اس واقعے میں آیت الکرسی کی فضیلت ہے۔)

④......بعض جگہ پروف خوانی کی غلطیاں باقی رہ گئیں ہیں، مثلاً: ''وَلاَ عَيْبَ'' کو ''ولا عيْبِ''، اسی طرح صفحہ (۵۶) کی سطر (۱۴)، صفحہ (۶۱) کی سطر (۵) وغیرہ۔

⑤......صفحہ (۴۶) کے فٹ نوٹ (۲) کے الفاظ ہیں:

''یہ الفاظ مبارکہ اس دعائے قنوت کا حصہ ہیں، جو کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سکھلائے۔''

''سکھلائے'' کی بجائے ''سکھلائی'' ہونا چاہیے تھا۔

⑥......متعدد جگہوں پر لفظ ''سپرداری'' کو ''اَمان'' کے معنی میں لکھا گیا ہے جب کہ اس کے معنی ہیں: ''وہ چیز جو سپرد کی جائے'' یعنی امانت۔صحیح لفظ ''سپردگی'' یعنی حفظ و امان ہونا چاہیے تھا، واللہ اعلم۔

بہر حال کتاب لائق مطالعہ ہے۔صاحب ذوق قارئین اس کے مطالعہ سے اپنے ذوق کی تسکین کا وافر سامان کر سکتے ہیں۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے ادارہ معذرت خواہ ہے۔امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (مینیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کے علاقہ میں پچاس سال سے جاری حفظ قرآن کی قدیم درسگاہ

بمقام

مدرسہ مصباح القرآن شیش محل روڈ، لاہور

درس قرآن و حدیث

2 اپریل بروز بدھ (بعد نماز ظہر)

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا

حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی حفظہ اللہ

ارشاد فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

زیر صدارت

مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

صدر دارالدعوۃ السلفیہ

مدیر مسئول ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور

اہل اسلام سے
بھرپور شرکت کی درخواست ہے۔

الداعی الی الخیر: حافظ احمد شاکر (ناظم) وارا کین دارالدعوۃ السلفیہ

مدرسہ مصباح القرآن/ہفت روزہ "الاعتصام" ۳۱۔ شیش محل روڈ لاہور فون نمبر: 042-37354406

قادیاں کے زلہ خوار

قادیاں کے زلہ خواروں کو نچایا جائے گا
غیرتِ اسلام کا ڈنکا بجایا جائے گا
صورتِ حالات کے ویرانہ آباد میں
دبدبہ فاروقِ اعظم کا بٹھایا جائے گا
کٹ مروں گا خواجہ کونین ﷺ کے ناموس پر
سر کوئی شے ہی نہیں یہ بھی کٹایا جائے گا
جانتا ہوں اہل ربوہ کے سیاسی پیچ و خم
کافرانِ دینِ قیم کوجھکایا جائے گا
گونجتا ہے نعرۂ تکبیر ہر میدان میں
ایشیا میں اس کی ہیبت کو بٹھایا جائے گا
مسندِ میرِ اُمم ﷺ کے وارثوں کو بے خطر
کھینچ کر اِسلام کی چوکھٹ پہ لایا جائے گا
عرصہ کونین میں لخت دل زہراء کے نام
استقامت کے حریفوں کو سنایا جائے گا
قادیانی ارض پاکستان میں یا للعجب!
راز کیا ہے ایک دنیا کو بتایا جائے گا
سرزمین پاک میں سرمایہ داری کا وجود
اب مٹانا ہی پڑا ہے تو مٹایا جائے گا

(شورشؔ کاشمیری)